امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۸ / نومبر ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 45

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ اسلامی قانون کی جامعیت
■ نوجوانوں کی ذمہ داریاں
■ ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا
■ میڈیا میں مسلمانون کی حصہ داری
■ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم......
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، طب وصحت

خطبۂ صدارت دوروزہ فقہی سمینار

مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ امیر شریعت بہار اڈیشہ و جھارکھنڈ، سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر، سرپرست رحمانی فاؤنڈیشن و رحمانی ۳۰

سب سے پہلے ہم اللہ رب العزت کے شکر گذار ہیں کہ اس نے ہمیں اس عظیم الشان مذاکرہ علمیہ اور سمینار کے انعقاد کی توفیق بخشی، ہم تمام لوگوں کو سہولت کے ساتھ یہاں حاضر ہونے کا موقع عنایت فرمایا، چنانچہ ہم لوگ جھارکھنڈ کی اس صنعتی راجدھانی اور پوری دنیا میں ٹاٹا کی مصنوعات کے لیے مشہور شہر آہن جمشید پور میں جمع ہو سکے۔ فللہ الحمد والشکر۔
اللہ رب العزت کے بعد اسباب ووسائل کی فراہمی اور زمینی محنت کے لیے مجلس استقبالیہ کے ارکان کا خصوصا اور اہل جمشید پور کا عموماً شکر گذار ہوں کہ انہوں نے اس عظیم الشان اجلاس کی ضیافت قبول فرمائی اور مہمانان کرام کو ہر ممکن راحت پہونچانے میں اپنی توانائی صرف کر رہے ہیں، ہم اللہ سے ان کے لئے صحت وعافیت کے ساتھ درازئ عمر اور خدمات کی قبولیت کی دعا کرتے ہیں۔ آمین یارب العالمین

امارت شرعیہ سے علاقہ جھارکھنڈ کا رشتہ انتہائی قدیم، مضبوط اور مستحکم رہا ہے، جس زمانہ میں بہار کی تقسیم کا کوئی تصور نہیں تھا اور جھارکھنڈ کے قیام کی تحریک شروع بھی نہیں ہوئی تھی اس وقت سے اکابر امارت شرعیہ کی توجہ اس علاقہ پر مرکوز رہی ہے، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ عرصۂ دراز تک ذیلی دفاتر جھارکھنڈ علاقہ میں ہی قائم ہوتے رہے ہیں، چودہ (۱۴) دار القضاء یہاں کام کر رہے ہیں، چار امارت پبلک اسکول گریڈیہہ، سہوڑا گڈا، نگری اور اربا رانچی میں بنیادی دینی تعلیم کے جزو لازم کے ساتھ اسلامی ماحول میں معیاری تعلیم وتربیت میں مشغول ہیں، اللہ کے فضل اور اساتذہ وکارکنان کی محنت وتوجہ کے طفیل دوسرے پرائیوٹ اسکولوں سے ممتاز ہیں، اب الحمد للہ ان کی حیثیت برانڈیڈ اسکول کی ہوگئی ہے۔

جھارکھنڈ میں امارت شرعیہ کے زیر اہتمام مجلس ارباب حل وعقد، تفہیم شریعت، امارت کانفرنس کے نام سے جمشید پور اور رانچی میں کئی پروگرام منعقد ہو چکے ہیں، جمشید پور میں ایک ہوسپٹل کی تعمیر کا بھی منصوبہ ہے اور اس کے لیے کمیٹی تشکیل دی جا چکی ہے۔ یہاں مختلف جگہوں پر مکاتب بھی قائم ہیں، جن کے معلمین جزوی وظیفے دیے جا رہے ہیں اور خود کفیل دینی مکاتب کے قیام کی کوششیں چل رہی ہیں، جلد ہی رانچی کے ہند پیڑھی میں ایک نیا مثالی تعلیمی ادارہ شروع کیا جائے گا، اس کی عمارت بن کر تیار ہے، فنیشنگ کا کام چل رہا ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا قیام ۱۹/ شوال ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶/ جون ۱۹۲۱ء میں عمل میں آیا، اس اعتبار سے دیکھیں تو اس کے قیام کو ہجری سال کے اعتبار سے ایک سو چار (۱۰۴) اور عیسوی سال کے اعتبار سے ایک سو ایک (۱۰۱) سال ہو گیے ہیں، اس درمیان امارت شرعیہ نے بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ میں دینی ونافع تعلیم کی ترویج، دار القضاء، دار الافتاء اور مصیبت زدگان کی امداد رسانی کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں، امراء شریعت حضرت مولانا سید شاہ بدر الدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ محی الدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ محمد قمر الدین قادریؒ، حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ، حضرت مولانا عبد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا سید نظام الدینؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ نے اپنے اپنے عہد میں اس کارواں کو آگے بڑھانے کا کام کیا اور الحمد للہ آج ہندوستان ہی نہیں، ہندوستان سے باہر بھی اس ادارہ کا وقار، اعتبار اور اعتماد قائم ہے، اب اس کارواں کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری احقر (احمد ولی فیصل رحمانی) کے کاندھوں پر ہے، اللہ کے فضل، آپ حضرات کے تعاون اور عام مسلمانوں کی توجہ سے یہ کارواں آگے بڑھ رہا ہے، جس کا اندازہ آپ حضرات کو ہے، ایک سال کی مختصر سی مدت میں اب تک دس (۱۰) دار القضاء، چھ (۶) امارت پبلک اسکول، نوے (۹۰) خود کفیل مکاتب قائم کیے جا چکے ہیں، تعلیم، دار القضاء، ہوسپٹل اور ذیلی دفاتر کے حوالہ سے کئی منصوبوں پر کام ہو رہا ہے، ادارہ امور مساجد کو فعال اور متحرک بنایا گیا ہے، ایک سال کی مدت میں ہی تین نئے شعبے اصلاحات اراضی، تحفظ اوقاف اور منصوبہ بندی کا آغاز کیا گیا اور اس کام کے لیے ماہرین کی بحالی عمل میں آئی، شعبہ تنظیم، ٹکنیکل انسٹی ٹیوٹ، ہوسپٹل کے کاموں کو وسعت دی گئی اور ایک سو کے قریب نئے کارکنان کی بحالی عمل میں آئی، آئندہ اس میں مزید اضافہ کی تجویز زیر غور ہے۔

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ نے ہندوستان میں دار القضاء کے قیام کو بہت سارے مسائل خصوصا عائلی مشکلات کے حل کی جگہ کے طور پر پیش کیا، اس کے لیے علمی مواد کتابی شکل میں فراہم کرایا، آج بھی حضرت مولانا عبد الصمد رحمانیؒ نائب امیر شریعت دوم کی کتاب الفسخ والتفریق اور آداب قضاء، قضاء کے چند اہم مسائل اور قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ کی اسلامی عدالت کا کوئی بدل ہمارے یہاں موجود نہیں ہے، امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ کی قضا کی شرعی اور تاریخی اہمیت، حضرت مولانا محمد قاسم مظفر پوریؒ کی رہنمائے قاضی اور جناب محمد شفیع صاحبؒ کی رہنمائے دار القضاء، دار القضاء میں مراجع کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں، امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانیؒ کے عہد میں تربیت قضاء کے بھی کئی کیمپ منعقد کیے گیے، اور کہنا چاہیے کہ ابتداءً ہندوستان کی ملی تنظیموں کی اس میدان میں رہبری اور رہنمائی کا اہم فریضہ امارت شرعیہ نے انجام دیا، آج الحمد للہ پورے ملک میں مختلف تنظیموں کے ذریعہ اس کام کو کیا جا رہا ہے، جن میں ایک اہم نام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا بھی ہے۔

اس وقت اسلامی احکامات ومسائل کی تفہیم کا کام بھی بڑا اہم اور ضروری ہے، جسے ہم تفہیم شریعت کے عنوان سے جانتے ہیں، ہمارا احساس ہے کہ مسلم پرسنل لا سے متعلق بہت سارے مسائل میں وکلاء اور جج صاحبان کنفیوزن کے شکار ہوتے ہیں، ان کی نیت خراب نہیں ہوتی وہ چاہتے ہیں کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں، لیکن ہم ان کو شرعی مسائل صحیح طریقہ سے سمجھا نہیں پاتے؛ اس لیے فیصلے شریعت اسلامیہ کے خلاف اور قانون میں دیے گیے تحفظات کے برعکس ہو جاتے ہیں، امارت شرعیہ نے اس سمت میں بھی قدم اٹھایا ہے، اور اس موضوع پر کئی پروگرام ہو چکے ہیں، تفہیم شریعت کا پروگرام جمشید پور میں پہلے بھی ہو چکا ہے اور اس بار پھر ہم لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ بہت سارے مسائل میں فقہاء کی آرا مختلف ہیں اور ان آرا کے پیچھے دلائل کی قوت بھی ہے، اس لیے کبھی فیصلہ کرتے وقت اور کبھی فتویٰ دیتے وقت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، قضاۃ کے فیصلے بھی مختلف ہو جاتے ہیں اور فتاویٰ میں الگ الگ رائے کا اندراج ہو جاتا ہے عوام کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس صورت حال کی وجہ سے عوام کا اعتماد بھی متزلزل ہوتا ہے، وہ تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں فیصلے وفتاویٰ میں تضاد کی وجہ سے مسلمان بد عملی اور بے عملی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دنیا وآخرت کا خسران ان کا مقدر بن جاتا ہے، جو اچھی بات نہیں ہے۔

اسی احساس کے پیش نظر اس مجلس میں قضاء سے متعلق چند اہم مباحث کو موضوع غور وفکر بنایا گیا ہے، تاکہ انفرادی فیصلے اور فتاویٰ کے بجائے اجتماعی فیصلے اور فتاویٰ تجاویز کی شکل میں مرتب ہوں اور امت کے لئے بلاشک وتردد اس پر عمل آسان ہو، ان میں ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ کیا تحقیق طلاق کے معاملہ میں نکاح کے ثبوت وشواہد بھی طلب کیے جائیں گے، یا زوجین کی جانب سے نکاح کا اقرار ہی ثبوت نکاح کے لیے کافی ہوگا، طلاق کے باب میں فقہ کی مشہور عبارت ''المرأۃ کالقاضی'' کی تشریح کیا ہے، اس جملے کی حیثیت کیا ہے، یہ صرف فقہاء سے منقول ہے یا شریعت میں اس کی کوئی نص بھی موجود ہے، اور موجودہ فسق وفجور کے دور میں اس عبارت کا صحیح محمل اور مصداق کیا ہے، پھر اگر صورت حال ایسی ہو کہ شوہر طلاق دینے سے انکار کر رہا ہو اور بیوی خود اپنے کان سے طلاق کے الفاظ سننے کی دعویدار ہے اور اس کے پاس کوئی گواہ موجود نہیں ہے ایسے میں قاضی نے شوہر سے قسم لے کر فیصلہ کر دیا کہ طلاق نہیں ہوئی، اب عورت کیا کرے، کیا یہاں پر عورت ''المرأۃ القاضی'' کے تحت شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دینے کی پابند ہے، یا قاضی کا فیصلہ حرف آخر ہوگا، اگر عورت ''المرأۃ کالقاضی'' کے تحت شوہر سے الگ رہنا چاہتی ہے تو کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہوگا، ان حالات میں وہ کس طرح زندگی گذارے گی، اگر عزت وآبرو کو اس کے خطرہ لاحق ہو یا نفس پر قابو رکھنا اس کے لیے دشوار ہو تو کیا وہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ (بقیہ صفحہ ۱۴ / پر)

اچھی باتیں

''دھوپ میں باپ اور چولھے پر ماں جلتی ہے، تب کہیں جا کر اولاد پلتی ہے ☆ اپنے گھر کے بزرگوں کی آنکھیں کبھی بھیگنے مت دینا کیوں کہ جس گھر کی چھت سے پانی ٹپکتا ہے اس گھر کی دیواریں بھی کمزور ہو جاتی ہیں ☆ تعریف کر کے آدمی سے کوئی بھی بے وقوفی کرائی جاسکتی ہے ☆ وہ روح کبھی نہیں مرجھاتی، جس کی پیاس قرآن کی تلاوت سے بجھتی ہو ☆ مَن اور مکان کو وقت وقت پر صاف کرتے رہنا بہت ضروری ہے، کیوں کہ مکان میں بے مطلب سامان اور مَن میں بے مطلب غلط فہمیاں بھر جاتی ہیں۔'' (حاصل مطالعہ ومشاہدہ)

بلا تبصرہ

''الیکٹرانکس ٹیکنالوجی اور انفارمیشن کے باہمی ارتباط سے پیدا ہونے والی مصنوعی ذہانت اور ڈیجیٹل دنیا کی طرف بڑھنے والا انسان کا ہر قدم خود اس کی زندگی کو تہہ وبالا کر رہا ہے، ڈیجیٹل دنیا کے حمام پر ہمہ وقت ایسی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، جو استعمال کنندہ کو بے پردہ دیکھ رہی ہیں، انسان کی خلوت وجلوت بے معنی سی ہو کر رہ گئی ہے، یہ صورت حال اتنی سنگین ہے کہ اس کا بروقت سد باب کیا جانا ضروری ہے۔''
(اداریہ راشٹریہ سہارا ۲۳/ نومبر ۲۲)

اللہ کی باتیں ----- رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

اخلاق و کردار کی تعمیر

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو'' (سورہ توبہ، آیت ۱۱۹)

مطلب: یاد رکھئے کہ قوموں اور ملتوں کی تعمیر و تشکیل میں صالح کردار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، اس کے بغیر نہ انسانی سماج مثالی بن سکتا ہے اور نہ ہی ترقی کرسکتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے انسانی شخصیت کو نکھارنے اور صالح کردار کا انسان بننے کے لئے ایمانی صفات کو اپنانے پر زور دیا، تاکہ معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ ہو، یاد رکھئے کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے، جو اپنی صفات میں کامل و یکتا ہے، اس لئے کہ اس کی گرفت سے بچئے یعنی دل میں خوف ہو، کیونکہ خوف و خشیت سے دل میں ایک اضطراری کیفیت پیدا ہوتی ہے اور جب کسی کے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے، تو وہ قدم قدم پر اپنا محاسبہ کرتا ہے، دیکھتا ہے تو سوچتا ہے کہ خدا بھی ہمیں دیکھ رہا ہے، جب یہ جذبہ دل میں پیدا ہوتا ہے تو وہ بدنگاہی سے محفوظ رہتا ہے، بولتا ہے تو ناپ تول کر بولتا ہے کہ خدا بھی میری آواز سنتا ہے، پھر وہ غلط باتوں کو زبان سے ادا کرنے سے گریز کرتا ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی کے اندر گناہ کرنے کی جرأت نہیں ہوتی اور یہی اس کی نجات کی کنجی ہے، ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ جب اللہ کے خوف و خشیت سے کسی بندہ کے رونگٹے کھڑے ہوجائیں تو اس وقت اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں، جیسے کسی پرانے سوکھے درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

قرآن مجید نے دوسری صفت یہ بیان کی کہ سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو، کیونکہ صحبت و رفاقت کے اثرات انسانی زندگی پر پڑتے ہیں جو لوگ نیک اور دیندار اصحاب کے پاس اٹھتے بیٹھتے ہیں، ان میں دین کی طلب پیدا ہوتی ہے، اچھے اعمال میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، برائیوں سے نفرت ہوتی ہے اور جو لوگ گنہگار اور دنیا کے پرستاروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں، دنیا ان کی منزل بن جاتی ہے اور برائیاں ان کو ہلکی نظر آنے لگتی ہیں، جو کہ انسانی اقدار و کردار کے منافی ہے، اس لئے قرآن مجید نے صاحب کردار، صادقین و صالحین کی محبت اختیار کرنے کی تاکید کی، سورہ نساء میں فرمایا گیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا تو ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ، کیا ہی خوب ہیں یہ رفقاء و رفاقت کے لوگ، صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو گفتار، کردار اور معاملات میں نہایت سچے ہوں، معلوم ہوا کہ صاحب کردار انسانی بننے کے لئے صاحب کردار لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے، تاکہ وہ اللہ کے مقرب بندوں میں شمار ہوں۔

انسانی جان کی حفاظت

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو اس کے بھائی یا باپ کے جرم میں نہ پکڑا جائے'' (طبرانی)

وضاحت: زمانہ جاہلیت میں جب دو خاندانوں کے درمیان لڑائی جھگڑا شروع ہوتا تھا یا ان میں کسی ایک قبیلہ کا کوئی آدمی قتل ہوجاتا تو مقتول کے ورثاء کا یہ حق سمجھا جاتا تھا کہ وہ براہ راست قاتل کا پتہ لگائے اور اس کو قتل کرے، اگر اس تک رسائی ناممکن ہوجائے یا مفقود الخبر ہو تو اس کے کسی قریبی رشتہ دار یا اس قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کسی فرد کو قتل کردے، یہ گویا قصاص کا ایک مسلمہ قاعدہ اور اصول تھا، اسلام نے اس جاہلانہ اصول وضابطے کو قطعی طور پر حرام کردیا، ارشاد ربانی ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم زیادتی کر بیٹھو، نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و تعدی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو وہ سخت سزا دینے والا ہے (مائدہ) ہاں! اگر کوئی ظالمانہ طریقے سے مار ڈالے تو اس کے ولی کو طلب قصاص کی منصفانہ اجازت ہے، رب کائنات نے فرمایا اور جو ظلم سے مارا گیا تو اس کے وارث کو ہم نے زور دیا ہے تو وہ خون کرنے میں زیادتی نہ کرے، بے شبہ اس کی مدد کی جائے (بنی اسرائیل)

گویا قاتل کے ورثا پر دست درازی سے روکا گیا، اور کہا گیا کہ انسان کے ہر فرد اور ہر گروہ کو خواہ وہ کسی طبقہ، کسی علاقے، کسی رنگ، کسی نسل اور کسی بھی ذات برادری سے تعلق رکھتا ہو، محترم سمجھنا اور اسے عزت دینا، اسے کمتر اور حقیر نہ سمجھنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو محترم بنایا، ارشاد ربانی ہے کہ ''ہم نے آدم کی اولاد کو محترم بنایا اور خشکی اور دریا میں سواری عطا کی ہے اور ہم نے اسے پاکیزہ رزق عطا کیا ہے اور جن مخلوقات کو ہم نے پیدا کیا، ان میں بیشتر پر اسے فضیلت بخشی ہے'' (بنی اسرائیل) چنانچہ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل خطبہ دیا اور اس میں اعلان فرمایا کہ کسی شخص کو اس کے بھائی یا باپ کے جرم میں پکڑا نہ جائے، کیونکہ یہ انسانی اصول کے خلاف ہے کہ انتقامی جذبے کی رو میں اس طرح بہہ جاؤ کہ قاتل کے بجائے اس کے کسی عزیز کسی گردن مارنے لگو، یہ عدل وانصاف کے بھی خلاف ہے اور بشری تقاضے کے بھی، کیونکہ عدل اچھائی اور نیکی کی روح ہے اور نفسانی خواہشات و ہوا و ہوس پر چلنا گمراہی اور ضلالت ہے اور جس نے اپنے آپ کو اس کے بچالیا وہ کامیاب و بامراد ہے۔

بسا اوقات انسان اپنی غرض یا غصہ میں اندھا ہوکر دوسروں پر ظلم کر بیٹھتا ہے، یہ اندھاپن قیامت کے دن ہولناک دن میں اندھیرا بن کر نمودار ہوگا، آج ہمارے معاشرے میں اگر کسی سے ناچاقی ہوجاتی ہے تو غصہ کی آگ اس کے دوستوں اور عزیزوں تک پہونچ جاتی ہے، جس سے تعلقات کمزور ہونے لگتے ہیں، ہمارا یہ طرز عمل مومنانہ اوصاف کے قطعی خلاف ہے، ہم کو اس سے بچنا چاہئے ''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی''

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

فرض نماز مسجد کے بجائے گھر میں ادا کرنا

س: زید تاجر ہے، اپنی نماز دوکان پر ہی چند لوگوں کے ساتھ پڑھ لیتا ہے، اسی طرح جب وہ گھر آتا ہے تو عشا اور فجر کی نماز گھر پر ہی پڑھ لیتا ہے، ایک صاحب نے کہا مسجد چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی، یہ حدیث ہے، سوال یہ ہے کہ زید کی نماز اپنے گھر پر درست ہے یا نہیں؟

ج: مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنا بہت بڑا اجر و ثواب اور رفع درجات کا باعث ہے، اس سلسلہ میں بہت ساری حدیثیں بھی منقول ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حاضری اور نماز باجماعت کی ادائیگی کی مکمل ترغیب دی ہے اور بغیر کسی عذر (مرض، خوف، بارش، آندھی) کے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی ہے، چنانچہ ایک صحابی جو بینائی سے محروم تھے، کوئی ان کو سہارا دے کر مسجد میں لانے والا بھی نہیں تھا، آپ سے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت طلب کی تو آپ نے اولاً اجازت دے دی، پھر بلا کر پوچھا کہ کیا تم اذان کی آواز سنتے ہو؟ تو انہوں نے کہا ہاں، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ پھر تم مسجد میں آؤ: **''عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اتی النبی صلی الله عليه وسلم رجل اعمیٰ، فقال يا رسول الله ليس لی قائد يقودنی الی المسجد فسأل رسول الله صلی الله عليه وسلم ان يرخص له فيصلی فی بيته فرخص له فلما ولی دعاه فقال هل تسمع النداء بالصلوة فقال نعم قال فأجب'' (مسلم: ۱/۲۳۲)**

عشا اور فجر کا وقت راحت و آرام کا ہوتا ہے، عام طور سے سستی اور کاہلی انہی دونوں اوقات میں ہوتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اوقات میں نماز میں حاضری منافقین پر بہت شاق گزرتی ہے، حالانکہ اگر ان دونوں نمازوں کی فضیلت کا علم تمہیں ہوجائے تو تم مسجد کی جانب سرین کے بل گھسیٹتے ہوئے آؤ: **''عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: ان اثقل صلوة علی المنافقين صلوة العشاء وصلوة الفجر ولو يعلمون مافيهما لاتوهما ولوحبوا'' (صحيح مسلم: ۱/۲۳۲)**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مسجد میں نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنا سنن ہدیٰ میں سے ہے، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو اور مسجدوں کو چھوڑ دو تو اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت کو چھوڑو گے تو گمراہ ہوجاؤ گے: **''عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: حافظوا علی هؤلاء الصلوات الخمس حيث ينادی بهن، فانهن من سنن الهدیٰ... ومامنكم من احد الاوله مسجد فی بيته، ولوصليتم فی بيوتكم وتركتم مساجدكم تركتم سنة نبيكم ولوتركتم سنة نبيكم لكفرتم'' (ابو داؤد: ۱/۸۱)**

روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ نماز پنجگانہ کے لئے مسجد کا اہتمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے ہے، جس کا التزام بہرحال ہونا چاہئے، محض کاہلی اور سستی کی بنا پر گھروں میں فرض نماز پڑھنے کا معمول بنا لینا بڑی بدقسمتی اور خیر و برکات سے محرومی کی بات ہے، لہذا ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد کو چاہئے کہ مسجد میں جاکر نماز باجماعت ادا کرے، لیکن اگر کوئی شخص اپنے گھر ہی میں نماز پڑھ لیتا ہے تو بھی نماز ادا ہوجائے گی، اس لئے کہ نماز کی صحت کے لئے جماعت اور مسجد شرط نہیں ہے، البتہ وہ جماعت اور مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا: **''واحتج اصحابنا والجمهور بهذه الاحاديث علی أن الجماعة ليست بشرط لصحة الصلوة... ولافرضا علی الاعيان خلافا لجماعة من العلماء والمختار انها فرض كفاية وقيل سنة'' (النووی علی المسلم: ۱/۲۳۱)** واضح رہے کہ جن احادیث میں گھروں میں نماز کی نفی کی گئی ہے وہاں اصل صلوۃ کی نفی نہیں ہے کہ نماز سرے سے ہوئی ہی نہیں، بلکہ کمال کی نفی ہے، یعنی نماز تو ہوجائے گی، لیکن مسجد اور جماعت سے محرومی کی وجہ سے نماز کا مکمل ثواب نہیں ملے گا۔

بیت الخلاء کی چھت پر نماز

س: ایک مسجد کا صحن بیت الخلاء کی چھت سے متصل ہے، جمعہ وغیرہ کے موقع پر جب لوگ زیادہ ہوتے ہیں تو بیت الخلاء کی چھت پر نماز ادا کرتے ہیں، شرعاً درست ہے یا نہیں؟

ج: کتب فقہ میں یہ صراحت موجود ہے کہ اگر چکی کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور اس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس کے اوپر نماز درست ہے، اسی طرح اگر دروازہ ہو یا موٹا بستر ہو جس کے اوپر کا حصہ پاک ہو اور اس کے نیچے کا حصہ ناپاک ہو تو اس کے اوپر نماز درست ہے، لہذا صورت مسئولہ میں بیت الخلاء کی چھت پر نماز پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے، اس لئے کہ اس کی چھت پاک ہے: **''واذا صلی علی مجری الرحیٰ أو علی باب أو بساط غليظ أو علی مكعب ظاهره طاهر وباطنه نجس يجوز عند محمد رحمه الله تعالیٰ'' (الفتاویٰ الهندية: ۱/۶۲)**

اینٹ کے ٹکڑے کو استنجا میں بار بار استعمال کرنا

س: استنجا خانہ میں اینٹ کا ٹکڑا رکھا ہوا رہتا ہے، جس کو لوگ استنجا میں استعمال کرتے ہیں اور ایک ہی ٹکرا بار بار استعمال ہوتا رہتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

ج: کسی ڈھیلے یا اینٹ کے ٹکڑے کو ایک مرتبہ استنجا میں استعمال کر لینے کے بعد وہ ناپاک ہوجاتا ہے، لہذا دوبارہ اس کو استنجا میں استعمال نہیں کر سکتے ہیں، اگر استعمال کرلیا جائے اور اس سے نجاست دور ہوجائے تو طہارت حاصل ہوجائے گی، لیکن ایسا کرنا مکروہ ہوگا اور اگر ڈھیلے اور اینٹ کے دوسرے کنارے کو جس کو استنجا کے لئے استعمال نہ کیا گیا ہو دوبارہ استنجا کے لئے استعمال کیا جائے تو بلا کراہت جائز و درست ہوگا: **''السنة هو الاستنجاء بالاشياء الطاهرة من الاحجار والأمدار والتراب والخرق البوالی'' (شامی: ۱/۵۴۹) ''ولايجزئه الاستنجاء بحجر استنجی به مرة الا أن يكون له حرف أخر لم يستنج به'' (البحر الرائق: ۱/۴۲۱) ''والروث وان كان نجسا عندنا لقوله عليه الصلوة والسلام فيها ركس أو رجس لكن لما كان يابسا لاينفصل منه شیء صح الاستنجاء به لانه يجفف ماعلی البدن من النجاسة الرطبة'' (البحر الرائق: ۱/۴۲۱)** ۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 45 مورخہ ۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۸/ نومبر ۲۰۲۲ء روز سوموار

اساتذہ سے غیر تدریسی کام

درس وتدریس کا مشغلہ بڑا محترم اور مقدس ہے، نونہالوں کو بنا سنوار کر اور تعلیمی اقدار وافکار سے مزین کر کے اچھے شہری بنانے کی ذمہ داری اساتذہ پر عائد ہوتی ہے، ان کے ایک دن درس کے ناغہ سے کہا جاتا ہے کہ چالیس دن کے سبق کی برکت ختم ہو جاتی ہے، لڑکوں کا جو تعلیمی نقصان ہوتا ہے وہ الگ، لیکن ادارے کے ذمہ داران اور حکومت کے افسران اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے اور اساتذہ کو غیر تدریسی کاموں میں لگاتے رہتے ہیں، دیگر اداروں میں بھی تدریسی عملہ سے غیر تدریسی کام لیا جاتا ہے لیکن اس پر دھیان رکھا جاتا ہے کہ طلبہ وطالبات کا درسی نقصان کم سے کم ہو، اسی لیے مدارس میں جو اساتذہ فراہمی مالیات کے لیے نکلتے ہیں ان کے لیے عموماً شش ماہی یا سالانہ تعطیل کے وقت کا انتخاب کیا جاتا ہے؛ تاکہ تعلیمی نقصان نہ ہو جو اساتذہ تعلیمی اوقات میں نکلتے ہیں ان کے درس کا متبادل انتظام کیا جاتا ہے اس طرح نقصان کم سے کم ہوتا ہے۔ لیکن سرکاری اسکولوں میں اس کا التزام نہیں کیا جاتا، وہاں بی، ایل، او، مردم شماری، گھر شماری، جانور شماری اور انتخابات کرانے کی ذمہ داری ان کے سر ڈال دی جاتی ہے اور اساتذہ مجبور ہوتے ہیں کہ وہ درس وتدریس چھوڑ کر اس کام میں لگیں، نہیں لگیں گے تو ان پر معطّلی کی کارروائی ہو سکتی ہے اور نوبت برخواستگی تک کی بھی آسکتی ہے، آپ کو یاد ہوگا کہ ایک بار محکمۂ تعلیم نے ان کے ذمہ میدان میں قضائے حاجت کر رہے لوگوں کی تصویر کھینچ کر محکمہ کو فراہم کرانے کا حکم دیا تھا، کتنی توہین آمیز بات تھی، اور کیسا عجیب لگے گا، جب مرد اساتذہ میدان میں قضائے حاجت کر رہی عورتوں کی تصویر لیتے اور عورتیں مردوں کی، یہ بے حیائی کی بات تھی، سخت اعتراض کے بعد یہ حکم واپس لے لیا گیا، ایک بار آوارہ کتوں کے بارے میں انہیں رپورٹ دینے کو کہا گیا تھا، ایسے میں کار طفلاں تمام نہیں ہوگا تو کیا ہوگا، بعض اسکولوں میں دو ہی استاذ ہیں، ایک استاذ مہینوں سے بی، ایل او کے کام کے نام پر اسکول سے باہر ہے، بعض کو امتحان کی گارڈنگ میں ڈال رکھا گیا ہے، اب ایک استاذ پانچ کلاس کو کیسے پڑھائے گا، ہر آدمی سمجھ سکتا ہے، اسی طرح بعض شعبہ کے اساتذہ کو غیر تدریسی کام کے لیے ڈپوٹیشن پر لگا دیا جاتا ہے، اس شعبہ میں ایک ہی استاذ ہوا ایسے میں پورا شعبہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

صرف بہار ریاست کی بات کریں تو یہاں دس ہزار سے زیادہ اساتذہ بی ایل او کے کام پر لگے ہوئے ہیں، کئی اساتذہ دوسرے محکمہ میں ڈپوٹیشن پر کام کر رہے ہیں، جب کہ محکمہ تعلیم کے پرنسپل سکریٹری کی ہدایت ہے کہ کوئی استاذ ڈپوٹیشن پر نہیں رہے گا۔ جن اسکولوں سے اساتذہ محکمہ تعلیم کے افسران کے دفتر میں چلے گیے ہیں، وہاں کی تعلیم ٹھپ ہے اور اس قسم کے اسکولوں کی تعداد اس قدر ہے کہ انہیں انگلیوں پر نہیں گنا جاسکتا۔

بعض اسکول کے اساتذہ برسوں سے اسی کام پر لگے ہوئے ہیں، پہلے ان کا استعمال صرف پارلیا منٹ اور اسمبلی کے انتخاب میں ہوا کرتا تھا، لیکن اب بی ایل او کا کام مستقل کام بن گیا ہے، اس سے سخت تعلیمی نقصان ہو رہا ہے، اساتذہ کی تنظیمیں اس کو ختم کرنے یا سلسلے کو مختصر کرنے کی مانگ کرتی رہی ہیں، لیکن مطالبہ پورا اس لیے بھی نہیں ہو رہا ہے کہ بہت سارے اساتذہ کی دلچسپی پڑھانے سے زیادہ باہر کے کام میں ہوتی ہے اور وہ اسکول سے باہر رہنا ہی پسند کرتے ہیں، اسی طرح جو اساتذہ ڈی ای، او اور بی ای او وغیرہ کے دفتر میں ڈپوٹیشن پر ہیں، وہیں بنے رہنا چاہتے ہیں، کیوں کہ وہاں بالائی آمدنی، سہولت پہونچانے کی فیس اور رشوت کے مواقع زیادہ ہیں، اسکول کی خشکی کے مقابلے انہیں وہاں کی تری زیادہ پسند ہے، وہ افسران کے نام پر رقم اینٹھنے کا بھی کام کرتے ہیں، اور افسران تک پہونچانے کا بھی، ایسے اساتذہ کی دلچسپی درس وتدریس سے نہیں ہوتی۔ وجہ چاہے جو بھی ہو یہ انتہائی ضروری ہے کہ تدریسی اساتذہ کو غیر تدریسی کاموں پر نہ لگایا جائے، دوسرے کام بھی ضروری ہیں، لیکن اس کے لیے سرکار الگ محکمہ بنا کر بحالی کرے جو پورا وقت سروے، مردم شماری، گھر شماری، جانور شماری، انتخابی کاموں پر لگائے، اس لیے کہ یہ کام اب جز وقتی نہیں، کل وقتی ہو گیا ہے۔

بُلڈوزر کا استعمال غیر قانونی؟

گذشتہ چند سالوں سے یہ دیکھا جا رہا ہے کہ عدالت کے فیصلے کے بغیر ملزمین کے گھروں پر بلڈوزر چلایا جا رہا ہے، یہ کام اس کثرت سے کیا جا رہا ہے کہ کئی لوگ اسے بلڈوزر کلچر کا نام دیتے ہیں، گھروں کا انہدام یہ سزا ہے اور سزا کا اختیار ہندوستان میں صرف عدلیہ کو ہے، پولیس محکمہ کو نہیں، اس لیے کہ پولس اگر بغیر سنوائی کے سزا دینے لگے تو یہ ظلم کے مترادف ہوگا اور انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے، اس کے علاوہ پولیس کے ذریعہ کی گئی کارروائی کے بعد عدالت کے فیصلے کا کوئی معنی مطلب نہیں رہ جائے گا، عدالت دوبارہ مکان تعمیر کا فیصلہ سنا دے تو بھی حکمراں اسے قانونی داؤ پیچ میں پھنسا کر فیصلہ کی تنفیذ نہیں ہونے دیتے، افسران جواز کے لیے دور دراز کے حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں اور عوام پر خوف ودہشت کا جو اثر ہوتا ہے وہ الگ ہے، اس سے آدمی نفسیاتی طور پر کمزور ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی ایک معاملہ آسام میں پیش آیا، ایک تھانہ کو آگ لگانے کے الزام میں پولیس نے پانچ ملزمین کے گھر کو بلڈوزر سے منہدم کر دیا، گوہاٹی ہائی کورٹ نے اس کا از خود نوٹس لیا اور حکومت کے اس طریقۂ کار پر سوالات اٹھائے اور جواب طلب کیا کہ آخر بلڈوزر کی یہ کارروائی کس قانون کے تحت کی گئی ہے، چیف جسٹس آر ایم چھاپا نے حکومت کے وکیل کو کوئی ایسا فوجداری قانون دکھانے کو کہا جس کے تحت بغیر اجازت کے کسی کا گھر منہدم کر دیا جائے، چیف جسٹس نے بہت سخت لہجہ میں حکومت کے کارندوں کو بتایا کہ آپ ایس پی ہو سکتے ہیں، لیکن آپ کے کام کا دائرہ اور طریقہ کار قانون کے دائرہ سے باہر نہیں ہے، اگر اسی طرح کارروائی کی جاتی رہی تو کوئی بھی محفوظ نہیں رہے گا، جب وکیل نے بتایا کہ سرچ وارنٹ کی اجازت لی گئی تھی تو جج صاحب نے کہا کہ میں نے اپنے محدود مدت کار میں ایسا کوئی معاملہ نہیں سنا، جس میں سرچ وارنٹ کی اجازت لے کر گھر منہدم کر دیا جائے، چیف جسٹس نے کہا کہ پولیس کو یہ واضح کرنا چاہیے کہ یہ گینگ وار ہے یا پولیس کی کارروائی؟ چیف جسٹس کے اس تبصرہ کی حیثیت محض تبصرہ ہی کی ہے، لیکن اندازہ لگتا ہے کہ پولیس کے ذریعہ کی جانے والی انہدامی کارروائی کو کم از کم گوہاٹی ہائی کورٹ غیر قانونی سمجھتی ہے۔

یقیناً جن لوگوں نے سرکاری زمین پر غیر قانونی طور پر مکانات بنا رکھے ہیں یا کسی جرم میں ان کے مکان کو منہدم کرنا ضروری ہے تو حکومت یہ کام کروا سکتی ہے، لیکن ہندوستانی قانون کی رو سے اسے ملزمین کے خلاف مقدمہ کرنا چاہیے، ان لوگوں کو بھی مدعیٰ علیہ بنانا چاہیے، جن کی موجودگی میں غیر قانونی تعمیرات کا کام انجام پایا، عدالت میں اس کی سماعت ہو اور جب عدالت فیصلہ کر دے تو اس پر عمل کیا جائے یہ طریقہ جمہوری بھی ہے اور قانونی طور پر صحیح بھی، اب جب کہ گوہاٹی ہائی کورٹ نے اس سلسلے میں اپنی رائے دیدی ہے تو اس کو قانونی حیثیت دے کر عوام کو بلڈوزر کارروائی کی وحشت اور دہشت سے نجات دلوانی چاہیے۔

جنسی بے راہ روی کی بدترین صورت

مغربی تہذیب وثقافت سے جو چیز ہم نے برآمد کی ہے اور جس کی وجہ سے معاشرہ جنسی بے راہ روی کا شکار ہو رہا ہے، ان میں ایک ''لیوان ریلیشن شپ'' ہے، لڑکے، لڑکیوں کا ایک ساتھ ایک کمرہ میں رہنا اور ہر طرح کی بے راہ روی سے گذرنا ریلیشن شپ لوازمات میں سے ہے، یہ لیوان ریلیشن شپ جس عمر کے بھی لڑکے لڑکیوں کو درمیان ہو، نہ عدالت کو اس پر اعتراض ہے اور نہ حکومت کو، اعتراض ہے تو کم عمر بالغ لڑکے لڑکیوں کے نکاح پر، کیرالہ ہائی کورٹ اسے پاکسو (PAXO) ایکٹ کے تحت ڈالنے پر مصر ہے، جب کہ دوسرے کئی ہائی کورٹ کا پہلے سے فیصلہ موجود ہے کہ مسلم پرسنل لا اس ایکٹ کے دائرے میں نہیں آتا، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ارکان کو اس صورت حال پر سخت تشویش کا سامنا ہے، تفہیم شریعت کے ایک ورک شاپ میں بورڈ کی خاتون ممبر مونسہ بشریٰ نے بہت صحیح کہا کہ ''ہندوستان میں ایسے قوانین بنائے جا رہے جہاں ایک عورت کو رکھیل تو بنا کر رکھا جا سکتا ہے، لیکن اس کو عزت کے ساتھ بیوی بنا کر رکھنے کی اجازت نہیں دی جاتی ہے، لیوان ریلیشن شپ کے مضر اثرات میں جنسی بے راہ روی کے علاوہ ہوس پوری ہونے کے بعد قتل کے واقعات بھی سامنے آرہے ہیں، ابھی تازہ واقعہ شردھا والکر کا ہے، جس کو آفتاب امین پونے والا نامی پارسی نے جسم کی طلب ختم ہونے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف جگہوں پر اس کے اعضا کو منتشر کر دیا اور اب پولیس اس کی تحقیق میں جٹی ہوئی ہے اور آفتاب کا نارکو ٹسٹ کیا جا رہا ہے، تاکہ اس کے تحت الشعور میں جو باتیں اس قتل کے حوالہ سے دبی ہوئی ہیں، انہیں ہپناٹزم کے انداز میں باہر نکالا جائے، قتل کا یہ سلسلہ ''لیوان ریلیشن شپ'' میں دراز ہوتا جا رہا ہے۔

ہندوستان جیسے ملک میں جو مختلف مذاہب اور صوفی سنتوں کی آماجگاہ رہا ہے، کبھی بھی اس قسم کی بیہودگی اجازت نہیں ہونی چاہیے، لیکن مغربی تہذیب سے مرعوبیت کا جو عالم ہم پر طاری ہے اس نے ہر بے ہودگی کو ثقافت اور کلچر کا درجہ دے دیا ہے، جب کہ پوری دنیا میں مشرقی تہذیب وتمدن کو ہر دور میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا ہے، اس کی بقا وتحفظ کی کوشش کرنی چاہیے، بلکہ مہم چلانی چاہیے کہ ہندوستان میں یہ سلسلہ قانونی طور پر بند ہو، ورنہ اس کے نتیجہ میں جنسی بے راہ روی سے سماج، معاشرہ اور بہت سارے خاندان غلاظت کے اس دلدل میں ڈوبتے جائیں گے، جس سے باہر نکلنا ممکن نہیں ہو سکے گا، وقت رہتے ہمیں اس طوفان بلا خیز کو روکنے کی شکلوں پر غور کرنا چاہیے۔

نئے ٹی این سیشن کی ضرورت

جمہوریت میں صاف ستھرے انتخابی عمل کی بڑی اہمیت ہے، کیوں کہ اقتدار تک پہونچنے کا صدر دروازہ یہی ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان میں انتخابی عمل کی شفافیت پر سوالات اٹھائے جاتے رہے ہیں، ای وی ایم میں ادلا بدلی اور بٹن کے سسٹم پر بھی لوگوں کی نظر رہی ہے، ووٹ کسی کو دیں، آپ کا ووٹ کسی خاص پارٹی کو منتقل ہوتے رہنے کی روایت میں کہیں نہ کہیں اور کبھی نہ کبھی صداقت کا سراغ بھی لوگوں نے لگا رکھا ہے، انتخاب کے وقت سارے اختیارات انتخابی کمیشن کو منتقل ہو جاتے ہیں، یہ اختیارات اس قدر مضبوط ہیں کہ انتخابی کمیشن کا سربراہ تبادلہ اور دوسری جگہ بحالی کے عمل کو بھی کر گذر سکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اختیارات انتہائی وسیع ہیں، وہ نتیجہ انتخاب کو روک سکتا ہے، دوبارہ گنتی کا حکم دے سکتا ہے، گنتی کرنے والے عملہ کو اس عمل سے باہر کر سکتا ہے، اب اگر انتخابی عمل کو انجام دینے والا مرکزی افسر جسے الیکشن کمشنر کہا جاتا ہے، خود ہی صاف ستھرا نہ ہو، حکومت کے چشم وابرو پر کام کرنے والا ہو اور ذہن کے کسی گوشے میں یہ بھی جاگزیں ہو کہ سبکدوشی کے بعد کسی دوسرے اعلیٰ عہدے پر ہمیں فائز ہونا ہے تو انتخابی عمل پر اس کے اثرات پڑتے ہیں اور وہ الیکشن کمشنر نہیں پی ام او آفس کا اردلی بن کر کام کرنے لگتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کا اعتبار واعتماد الیکشن کمیشن سے اٹھ جاتا ہے، حکومت اس معاملہ میں اس قدر دخیل ہوگئی ہے کہ ۲۰۰۷ء کے بعد الیکشن کمیشن کی مدت کار مختصر ہوتی چلی گئی ہے، پہلے یہ مدت چھ سال کی تھی، اب یہ سمٹ کر پانچ سال رہ گئی ہے۔

ابھی حال ہی میں مرکزی حکومت نے چیف الیکشن کمیشن کے عہدے پر ارون گوئل کی تقرری کی ہے، تین دن قبل انہیں رضا کارانہ سبکدوش ہو جانے کو کہا گیا اور تین دن بعد الیکشن کمیشن کے عہدے پر ان کی تقرری عمل میں آگئی، حالاں کہ عرضی گذار پرشانت بھوشن نے پہلے ہی عدالت میں معاملہ درج کرا رکھا تھا، سپریم کورٹ کے سینئر جج کے ایم جوزف نے سماعت کے دوران حکومت کے وکیل سے بڑے چبھتے ہوئے سوالات کیے، ان کا کہنا تھا کہ حکومت کو اس قدر جلدی کیا تھی، جب معاملہ عدالت مین زیر غور تھا، انہوں نے رولنگ دیا کہ اگر الیکشن کمشنر، کمزور اور گھٹنے ٹیکنے والا ہوگا تو سارے سسٹم کا بریک ڈاؤن ہو جائے گا، ملک کو ایسے الیکشن کمشنر کی ضرورت ہے جو وزیر اعظم کے خلاف بھی کارروائی کا دم خم رکھتا ہو، الیکشن کمیشن آزاد اور خود مختار ادارہ ہے، اسے اسی طرح کا کمشنر چاہیے۔ فاضل جج نے اس موقع سے دسویں چیف الیکشن کمشنر ٹی این سیشن کی انتخابی اصلاحات کے حوالہ سے تعریف وتوصیف کی، ۱۹۹۰ء میں انہوں نے الیکشن کمشنر کا عہدہ سنبھالا تھا اور ایک با اصول، سخت مزاج، بے خوف اور ایماندار کمشنر کی ایسی شبیہ پیش کی تھی کہ انہیں انتخابی اصلاح کے لیے آج تک یاد کیا جاتا ہے، بلکہ الیکشن کمنشر کے اختیارات اور حدود کا پتہ پہلی بار لوگوں کو چلا، ان کے دور میں تین الیکشن کمشنر کو ان پر مسلط کیا گیا کہ وہ ان کے مشورے سے کام کریں، لیکن اس کی وجہ سے بھی ان کے کام پر کوئی اثر نہیں پڑا، آج بھی انتخابی اصلاحات اور اسے غیر جانب دارانہ بنائے رکھنے کے لیے ایک نئے ٹی این سیشن کی ضرورت ہے ارون گوبل ٹی این سیشن نہیں بن پائیں گے، جس طرح ان کی تقرری عمل میں آئی ہے، اس سے تو ایسا ہی معلوم پڑتا ہے۔

یادوں کے چراغ

: مولانا بدر الحسن قاسمی (کویت)

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی: علم وعمل کے پیکر اور دین ودانش کی نشانی

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بلند پایہ خلفاء پر نظر ڈالئے تو وہ سب اپنی اپنی جگہ پر رشد وہدایت کے مراکز اور اصلاح وتربیت کا نشان نظر آتے ہیں، وہ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے وابستگان میں عقلاء ہی رکھے ہیں اور ان کی حکمت مآب شخصیت نے علمائے کبار اور عقلائے روزگار کو ان کے گرد اکٹھا بھی کرلیا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ایک طرف فقہ وافتاء میں حضرت کے معتمد خاص اور ساری دنیا کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ان کو حضرت علامہ کشمیری کے علوم کا بھی وارث بنایا تھا اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے سرچشمہ رشد وہدایت اور تربیت وتزکیۂ نفس کا نمائندہ بھی۔ وہ بلا شبہ اکابر علمائے دیوبند کی خصوصیات کے وارث وامین تھے، ان کے اپنے ہاتھوں سے لکھے ہوئے ایک لاکھ سے زائد فتوے اور ان کی تالیف کردہ سیکڑوں اردو اور عربی کی کتابیں اور رسائل ان کی عظمت کی گواہ ہیں، ان کی اردو تفسیر ''معارف القرآن'' ہو یا عربی تفسیر ''احکام القرآن'' کے اجزاء سبھی بے مثال ہیں۔

اللہ رب العزت نے ان کو اولاد بھی ایسی عطا کی جو ایک سے بڑھ کر ایک با کمال اور علم وعمل سے آراستہ نظر آتی ہے، خاص طور پر ان کے دو صاحب زادے: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثانی اور مولانا محمد تقی عثانی کو اللہ رب العزت نے ایسا علمی مقام عطا فرمایا اور ایسا عملی امتیاز بخشا جس کی نظیر برصغیر ہی نہیں عالم اسلام میں بھی مشکل سے مل سکتی ہے، آج جبکہ حضرت مفتی محمد رفیع عثانی صاحب خالق حقیقی کی آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے ہیں تو یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۳۵۵ھ، مطابق: ۱۹۳۹ء کو دیوبند میں ہوئی تھی، باپ کا نام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے رکھا تھا اور بیٹے کا نام حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی نے۔

دارالعلوم میں زیر تعلیم ہی تھے کہ اپنے والد ماجد اور اہل خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ تقسیم ہند کے بعد کراچی پہنچ گئے، اساتذہ کرام میں خود مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحبؒ، مولانا سبحان محمود صاحبؒ اور مولانا سلیم اللہ خان صاحبؒ جیسے باکمال رہے، علمی استفادہ علامہ ظفر احمد عثانیؒ اور علامہ محمد یوسف بنوریؒ سے بھی کیا اور دیگر اہل علم سے بھی اور اپنے والد بزرگوار کی ہدایت پر اصلاحی تعلق حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ سے قائم کیا اور اس طرح شیخ کی ہدایت کی پابندی کی کہ تقریروں سے روکا گیا تو دس سال تک تقریر سے باز رہے؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا کہ جس پر ساری دنیا آج رشک کرتی ہے۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثانی صاحب کی شخصیت بڑی خوبیوں کی حامل تھی، آپ ایک بلند پایہ اور بالغ نظر فقیہ اور مفتی تھے، ہزاروں فتوے آپ کی یادگار ہیں، آپ کو حدیث اور دیگر علوم سے بھی بھر پور مناسبت تھی، آپ نے عصر رسالت میں کتابت حدیث پر گراں قدر رسالہ تحریر فرمایا ہے۔

صحیح مسلم شریف کے درس کا خلاصہ یا اس کی مختصر اردو شرح بڑے شگفتہ انداز پر تحریر فرمائی ہے جس کی ۲/جلدیں انہوں نے مکہ مکرمہ کی ملاقات کے دوران عطا کی تھیں، علامہ شبیر احمد عثانی کی شہرہ آفاق کتاب ''فتح الملہم'' پر عربی زبان میں تعلیقات بھی تحریر فرمائی ہیں، فقہی کتابوں کے ضمن میں آپ نے علامہ ابن عابدین کی ''شرح عقود رسم المفتی'' پر بھی عربی زبان میں تعلیقات اور حواشی قلم بند کیے ہیں۔

''المقالات الفقہیہ'' کے نام سے عربی زبان میں ان کے تحقیقی مقالات دو جلدوں میں شائع شدہ ہیں، ان کے چند عربی زبان کے مختصر رسائل کانفرنس کے لیے لکھے گئے تھے جن میں سے ''الأخذ بالرخص بیع الوفاء، ضابط المفطرات الصوم فی المذاهب الأربعة'' بین الاقوامی فقہ اکیڈمی جدہ کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔ اردو کتابوں میں کتابت حدیث کے علاوہ تین معاشی نظام "نوادر الفقہ"، احکام زکاۃ'' جناب مفتی اعظم اور میرے مرشد حضرت عارفی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ صحیح امام مسلم اور بعض دوسری حدیث کی کتابیں وہ ہمیشہ پڑھاتے رہے تھے اور روایتی تعلیم کے علاوہ ان کو اپنے والد ماجد، مولانا ظفر احمد عثانی، شیخ حسن المشاط مکی، مولانا محمد زکریا کاندھلوی اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب سے روایت حدیث کی خصوصی اجازت بھی حاصل تھی۔

حضرت مفتی صاحب سے میری پہلی ملاقات تو دارالعلوم کراچی میں اس وقت ہوئی تھی جبکہ میں لیبیا کے سفر سے ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب کے ساتھ کراچی آیا تھا، دارالعلوم کراچی میں ہی حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب سے ملاقات ہوئی پھر مولانا محمد تقی عثانی صاحب کی معیت میں ان کی بعض مجلسوں میں حاضری کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور عارفی صاحب کی روحانی شخصیت کا گہرا نقش دل پر قائم ہوا۔

مفتی محمد رفیع عثانی صاحب سے بیشتر ملاقاتیں مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنسوں کے موقع پر ہوتی رہی ہیں اور مفتی صاحب کی عظیم شخصیت کے جلوے دیکھنے کی سعادت بھی حاصل ہوتی رہیں، اپنی بیشتر تصنیفات بھی انہوں نے انہیں ملاقاتوں میں عنایت فرمائی تھیں۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب نے رکن یمانی اور حجر اسود کے سامنے اسی جگہ بیٹھ کر اپنی طرف سے روایت حدیث کی اجازت بھی مجھے عطا فرمائی، جہاں بیٹھ کر ان کو شیخ حسن المشاط مالکی نے اجازت دی تھی۔ پھر حضرت مفتی صاحب نے اپنے دستخط کے ساتھ اپنی اسانید کا مجموعہ بھی ڈاک سے ارسال فرمایا جس پر ان کے دستخط ثبت ہیں اور وہ ''الفضل الربانی فی أسانید محمد رفیع العثمانی'' کے نام سے شائع شدہ ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثانی صاحب کی اسانید کا مجموعہ الگ سے چھپا ہوا ہے۔

آج حضرت مفتی محمد رفیع عثانی صاحب کے انتقال کے حادثہ پر اسی طرح کا احساس ہو رہا ہے، جس کا اظہار حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب نے ان کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے انتقال پر دار العلوم دیوبند کے نودرے میں اساتذہ اور طلبہ کے سامنے اپنے تعزیتی بیان میں کیا تھا،

مفتی صاحب اور حضرت حکیم الاسلام کی تعلیم کا زمانہ تقریباً ایک ہی تھا اور دونوں ہی اکابر کے علوم کے امین اور علم وفضل کی دنیا کے بے تاج بادشاہ رہے اور ایک عالم ان کی صداقت وامانت اور نفاست کا گرویدہ رہا ہے، ایک فتوی کی شان اور وقار رکھتے تھے تو دوسرے کو خطابت اور حکمت بیانی کی بے مثال قدرت حاصل تھی اور دونوں میں سے کسی کی نظیر ان کے ہم عصروں میں سے پیش نہیں کی جاسکتی، وہ رخصت ہوگئے۔ ان کے بعد اسی طرح آج حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثانی صاحب کا جانا بھی عجیب المناک حادثہ محسوس ہوتا ہے۔

مصائب اور تھے، پر ان کا جانا　　　عجب اک سانحہ سا ہوگیا ہے

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثانی صاحب کی زندگی کے کئی جلوے میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھے، اکثر ہوٹلوں کے بجائے سرکاری دار الضیافہ میں قیام کو ترجیح دیتے تھے، جہاں سے حرم میں آمد ورفت کی سہولت زیادہ ہوا کرتی تھی۔

بعض مسائل میں ذہنی اشکال کا بھی کبھی اظہار فرماتے تھے، مثال کے طور پر ''صفا پیلیس'' میں شرکائے کانفرنس کے لیے نماز کی مخصوص جگہ اور حرم کی نماز کی صفوں سے اتصال کا مسئلہ۔

دوسرا مسئلہ ریاض میں مقیم مفتی مملکت کی چار یا پانچ دن کے لیے مکہ مکرمہ آمد میں نماز کی امامت، حنابلہ وشافعیہ وغیرہ کے مسلک پر قصر کے بجائے اتمام کا مسئلہ۔ مسائل کا ذکر تو کر دیتے تھے، لیکن ان میں الجھتے نہ تھے اور ہم سبھوں کے ساتھ وہ بھی جماعت میں اسی طرح شرکت فرمایا کرتے تھے، جس پر وہاں کا عمل تھا، مفتی صاحب سے ڈاکٹر سعد الشہر انی اور دوسرے بہت سے اصحاب علم وذوق نے روایت حدیث کی اجازت لی۔

حضرت مفتی صاحب میں ہمدردی کا وصف بے پناہ تھا، دوسروں کے ساتھ دکھ درد میں شرکت کو اپنی شان کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔ میرے لخت جگر محمد بدر القاسمی کا اردن میں جوانی میں انتقال ہوگیا تو میں غم والم کی تصویر بن گیا تھا، حضرت مفتی صاحب اور ڈاکٹر محمود غازی مرحوم دونوں نے میرے قلم سے لکھی ہوئی غم کی داستان پڑھ کر گہرے تأثر کا اظہار فرمایا، غازی صاحب تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے؛ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہ خود بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔

کئی سال بعد جب میری شریک حیات ام احمد نے بھی زندگی سے منہ موڑ لیا اور کرونا کی نذر ہوگئیں تو حضرت مفتی محمد رفیع عثانی صاحب اور مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب دونوں نے ٹیلیفون کر کے تعزیت فرمائی تسکین دلایا اور صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب ویسے بھی کبھی کبھی ٹیلی فون فرمایا کرتے تھے اور گفتگو کا موضوع رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس ہی ہوا کرتے تھے۔

حضرت مفتی محمد رفیع عثانی صاحب اپنے علم وفضل کے ساتھ ساتھ غیر معمولی اخلاقی عظمت اور قائدانہ اوصاف وخصوصیات کے حامل انسان تھے، بہت جلد گھل مل جانے والے، تواضع کے پیکر اور دنیا کے احوال پر گہری نظر اور زیر بحث مسائل پر واضح اور دوٹوک رائے رکھتے تھے۔

مکہ مکرمہ میں ''فتوی'' سے متعلق عالمی کانفرنس رابطہ عالمی اسلامی نے منعقد کی تو حضرت مفتی محمد رفیع عثانی اور مولانا تقی عثانی دونوں ہی موجود تھے اور افتتاحی اجلاس میں شرکائے کانفرنس کی طرف سے نمائندگی مفتی محمد رفیع عثانی صاحب نے ہی کی، اس اجلاس میں مکہ کے گورنر شاہزادہ خالد الفیصل بھی موجود تھے۔ کانفرنس کے بعد مدینہ جاتے ہوئے ریاض میں تمام مہمانوں کو ملک عبداللہ بن عبدالعزیز سے ''قصر الیمامہ'' میں ملاقات کرائی گئی لیکن مفتی صاحب مکہ مکرمہ میں ہی رہ گئے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثانی کی وفات کا سانحہ میرے نزدیک اس لحاظ سے بھی نہایت المناک ہے وہ اکابر دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثانی اور علامہ انور شاہ کشمیری کے ذہن ومزاج سے قریب اور شرعی نصوص کی ان کی بیان کردہ تشریح سے اپنے نامور برادر خورد کے ساتھ پورے طور پر آگاہ تھے، ان کا مزاج اپنے والد بزرگوار کی تربیت، حضرت تھانوی کے افادات پر عبور اور مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا ظفر احمد عثانی کی کتابوں سے شغف اور حضرت عارفی کی کیمیا اثر نظر اور عملی تربیت نے ایسا بنا دیا تھا کہ اس میں فکری ناہمواری کے در آنے کی کہیں سے گنجائش ہی باقی نہیں رہ گئی تھی؛ چنانچہ دونوں ہی ایک اکائی کی طرح اکابر کے علم، کتاب وسنت کی روح اور علمائے دیوبند کے ذوق ومزاج اور صحیح مسلک کے محافظ اور امین بن گئے تھے، اب حضرت مولانا محمد تقی عثانی کی ذات تنہا رہ گئی ہے۔

چند سال پہلے جب مولانا تقی عثانی صاحب ہندوستان آئے اور دار العلوم دیوبند میں ان کے لیے استقبالیہ جلسہ کا اہتمام کیا گیا تو دار العلوم کے مدرس مولانا ریاست علی بجنوری صاحب نے ان کا تعارف کراتے ہوئے جو بات کہی تھی، اس کا ایک جملہ یہ بھی تھا کہ پہلے زمانے میں دار العلوم کا مسلک جاننے کے لیے لوگ یہاں آتے تھے اور اکابر دار العلوم سے رجوع کرتے تھے، لیکن آج صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ دار العلوم دیوبند کا صحیح مسلک جاننے کے لیے ہمیں مولانا محمد تقی عثانی صاحب سے رجوع ہونے کی ضرورت ہے، جملہ اسی مفہوم کا تھا جو مجلّہ ''البلاغ'' بھی میں شائع ہوا تھا۔

مولانا مفتی محمد رفیع عثانی مرحوم اور مولانا محمد تقی عثانی کی شخصیت ایک اکائی طرح تھی، ان دونوں نے اپنے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی علمی ودینی تربیت اور حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب کی روحانی تاثیر کے ساتھ حضرت تھانوی کے علوم ومعارف کو جس طرح ہضم کیا ہے کہ ان کا مزاج ایک خاص سانچہ میں ڈھلا ہو، معلوم ہوتا ہے؛ جس میں فکری بے اعتدالی کی گنجائش ہے اور نہ مسلکی رجحان میں کتاب وسنت کی تعلیمات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جلووں سے دوری کا امکان، جس نے ان کو صحیح مسلک کا چلتا پھرتا ترجمان بنا دیا تھا، نہ تو اس وقت صحیح مسلک کی باریکیوں کا ادراک کرنے والا اور نہ بالغ نظری سے ان کی تشریح کرنے والا کوئی اور ہے، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثانی صاحب اور مولانا محمد تقی عثانی دونوں بھائیوں کی تعلیم وتربیت اور ان کی شخصیت کی تعمیر کی طرف حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی خاص توجہ رہی۔

دینی علوم کا سرمایہ تو خود اپنے گھر میں موجود تھا، پھر بھی اچھے اساتذہ سے تعلق، تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی خاص نظر، پھر خود اپنی تربیت میں رکھنے کے بجائے حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی سے اصلاحی تعلق قائم کرانا بھی حضرت مفتی صاحب کی حکیمانہ نہ پر تھی کہ باپ کی شفقت شاید اس درجہ کی نگرانی میں رکاوٹ ہو، اس لیے دوسرے ولی کامل کی مدد لی جائے اور انہوں نے بھی ان کو مانجھنے اور سنوارنے کا روحانی فریضہ پوری توجہ سے انجام دیا۔ ذرا سے خدشہ کی بنیاد پر شہرت ومقبولیت کے باوجود تقریر کرنے پر مکمل پابندی لگادی جو دس سال تک جاری رہی اور دونوں بھائیوں نے اسے نہ صرف گوارہ کیا؛ بلکہ مکمل پابندی کی مثال قائم کردی (بقیہ:۱۴/پر)

حکایات اہل دل

✍ : مولانا رضوان احمد ندوی

اسلاف کی شان بے نیازی کے واقعات

(۱) حضرت ایوب بن ابی تمیم سختیانیؒ ایک تابعی تھے اور بڑے صاحب فضل وکمال عالم تھے، ارباب دولت اور شہرت ونمود سے دور بھاگتے تھے، یہاں تک کہ لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے عام راستوں سے ہٹ کر دور دراز راستوں اور گلیوں کو اختیار کر لیتے کہ لوگوں کی نگاہ سے بچیں، ارباب جاہ وسطوت سے اعراض وگریز کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنا لڑکا بکر دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے، لیکن میرے گھر پر خلفا وسلاطین اور اپنی مجالس میں امرا وحکام کے آنے کے عوض میں اپنے بیٹے کے دفن کرنے کو ترجیح دوں گا۔

(۲) حضرت اعمشؒ ایک جلیل القدر تابعی تھے، ساری زندگی زہد وقناعت اور فقر واحتیاج میں گزاری، مگر بایں ہمہ وہ امرا و اعیان دولت سے اعراض و بے نیازی برتے، امام شعرانی لکھتے ہیں کہ:

امام اعمشؒ کو روٹی تک میسر نہ تھی اس کے باوجود ان کی مجلس میں اغنیا اور سلاطین سب سے زیادہ حقیر اور فقیر معلوم ہوتے تھے، غایت فقر واحتیاج کے باوجود ان کی جرأت وبے باکی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار جب خلیفہ ہشام نے کسی ایسے مسئلہ کے بارے میں ان کو لکھا جس سے صحابہ کے ایک گروہ پر تنقید مقصود تھی، تو انہوں نے شاہی پیغام رساں کے سامنے ہی اس خط کو بکری کو کھلا دیا اور فرمایا اس خط کا یہی جواب ہے۔

(۳) حضرت رجاء بن حیوۃ ایک یگانہ علم وفضل اور یکتائے زہد وتقوی تابعی تھے، ان کا شیوہ بھی زندگی بھر یہی رہا کہ امرا وسلاطین کے ہاں حاضری اور حاجب ودربان کی منت کشی سے ہمیشہ اجتناب کرتے اور اگر کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرماتے کہ مجھ کو اس رب العالمین کی ذات کافی ہے، جس کے لیے میں نے ان کو چھوڑا، ان کی زندگی کا اہم کارنامہ اور ملت محمدی پر ان کا بڑا احسان یہ ہے کہ سلیمان بن عبدالملک نے انہی کے مشورے سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ نامزد کیا تھا۔

(۴) حضرت حارث محاسبیؒ ایک بار حضرت جنید بغدادی سے ملاقات کے لیے تشریف لائے، ان کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ بہت بھوکے ہیں، چنانچہ حضرت جنیدؒ نے کھانا حاضر کرنے کی اجازت طلب کی، اجازت ملنے پر اکرام ضیف کے خیال سے حضرت جنید نے اپنے گھر کے بجائے اپنے دولت مند چچا کے یہاں مختلف انواع واقسام کے کھانوں سے سجا ہوا خوان لا کر پیش کیا، حضرت حارث نے ایک لقمہ لیا اور منہ میں گھماتے رہے لیکن نگل نہ سکے اور جب کھڑے ہو کر جانے لگے تو دروازہ پر پہنچ کر اس لقمہ کو بھی اگل دیا، حضرت جنیدؒ نے وجہ پوچھی تو فرمایا ’’بھائی میری ناک مشتبہ کھانے کی بو کو برداشت ہی نہیں کر سکتی‘‘۔

رات کے عبارت گزار، دن کے شہسوار

جنگ فارس میں صحابہ کرام کی تعداد ۳۰؍ ہزار تھی اور فارسیوں کی فوج تین لاکھ مسلح نفوس پر مشتمل تھی اور ادھر صحابہ کرامؓ کا ایک لشکر، کسی کے پاس فوجی وردی کا کیا ذکر، کسی کے پاس کرتا ندارد تو کوئی لنگی باندھے، کسی کے پاس لمبا کرتا، اگر کسی کے پاس پگڑی نہیں تو رسی باندھ رکھی ہے، کسی کے ہاتھ میں نیزہ، کسی کے ہاتھ میں تلوار، کسی کے ہاتھ میں خنجر، مگر بایں ہمہ بے سروسامانی درویشوں کے لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ جب لاکھوں کی تعداد میں فارسی فوجی ہجوم کرتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑتے تھے اور حریف مخالف بلیوں کی طرح بھاگتے تھے، نتیجتاً اسلامی فوج غالب رہی، پورے فارس میں ایک تہلکہ مچ گیا۔

فارسی فوج کا کمانڈر انچیف رستم تھا، اس نے تمام سرداروں اور لفٹننٹوں کو جمع کر کے ان سے کہا: ’’یہ غضب کی بات ہے کہ ہمارا لشکر تین لاکھ اور عرب کے بدو کل تیس ہزار، پھر ان لوگوں کے پاس کوئی باقاعدہ سامان نہیں ہے، ہم ہر طرح کے فوجی سامان سے لیس ہیں، یہ لوگ بہت دور دراز ملک سے آ کر ہمارے ملک پر حملہ آور ہیں اور جب وہ حملہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے، جیسے بھوکے شیر ہیں اور تم لوگ لومڑیوں کی طرح بھاگتے ہو آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

سرداروں نے کہا: ’’اے رستم! اگر ہماری جان کی امان ہو تو ہم سچی سچی بات کہہ دیں؟‘‘ رستم کی اجازت ملنے پر وہ تمام سرداران فوج ایک زبان ہو کر یوں گویا ہوئے، اے رستم! سچی بات تو یہ ہے کہ مٹھی بھر عرب تیرے ملک پر غالب آ کر رہیں گے، پورے ایران پر ان کا قبضہ وحکومت ہوگی، یہ لوگ ہارنے والے نہیں ہیں، شکست تمہاری ہوگی۔‘‘

رستم نے تعجب سے پوچھا: ’’کیوں؟‘‘ انہوں نے جواب دیا: ’’اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بظاہر بے سروسامان لوگوں کی شان یہ ہے کہ دن بھر گھوڑے کی پشت پر سوار جہاد میں مصروف رہتے ہیں اور رات میں مصلی کی پشت پر سوار ہو کر اللہ کے آگے گڑگڑاتے ہیں کہ: اے مالک! ہم میں کوئی طاقت نہیں، طاقت والا تو ہے، ہم تیرے سپاہی ہیں، فتح وشکست سب تیرے ہاتھ میں ہے، ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔‘‘

مزید برآں ان کی کیفیت یہ ہے کہ یہ اللہ والے لوگ جس بستی میں داخل ہوتے ہیں، ان کی برکات سے سوکھی کھیتیاں سرسبز وشاداب ہو جاتی ہیں، یہ دوسروں کی بہو بیٹیوں کی اسی طرح حفاظت کرتے ہیں، جیسے اپنی بہو بیٹیوں کی اور اے رستم! تیرا یہ لشکر شرابیں پیتا ہے، جس گاؤں میں جاتا ہے، وہاں کی بہو بیٹیوں کی عزتیں برباد ہو جاتی ہیں، تیرے یہ فوجی جس کھیتی اور باغ میں پہنچ جاتے ہیں، پھل اجڑ جاتے ہیں، کھیتیاں برباد ہو جاتی ہیں، یہ اثرات تو تیری فوج کے ہیں اور وہ افعال ان کی فوج کے ایسی صورت میں غلبہ تجھ کو حاصل ہوگا یا ان کو ہوگا۔

پچاس ہزار کا قرض معاف کر دیا

حضرت امام ابوحنیفہؒ قرض دینے کے معاملہ میں بہت فراخ دل واقع ہوئے تھے، ہزاروں لوگ آپ سے بڑی بڑی رقمیں قرض لیتے تھے، ان میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے جن کی نیت قرض لینے کے بعد بدل جایا کرتی تھی اور وہ واپس نہ کرنا چاہتے تھے۔

چنانچہ ایک شخص نے امام صاحب سے پچاس ہزار درہم قرض لیا، اب یا تو یہ کہ اس کو اتنی بڑی رقم کی ادائیگی کی استطاعت نہیں رہی تھی یا پھر یہ کہ اس کی نیت بدل گئی، بہر حال اس نے کترانا شروع کر دیا، جب بھی امام صاحب کو سامنے سے آتے دیکھا، پاس کی کسی گلی میں گھس گیا، پھر دیکھا کہ ادھر ہی سے چلے آ رہے ہیں، تو جلدی سے دوسری گلی میں گھس گیا، غرض سامنے نہیں ہوتا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ اپنی فراست سے حقیقت حال کی تہہ تک پہنچ گئے، چنانچہ ایک بار وہ قرض دار اسی طرح حسب معمول امام صاحب کو دیکھ کر گلی میں گھسنے ہی جا رہا تھا کہ امام صاحب نے لپک کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا: ’’بھائی ہم نے کیا قصور کیا، جو تم ہم سے کترانے لگے؟ آخر بات کیا ہے؟ اب وہ قرض دار چپ، کیا بولے؟ دل میں تو چور تھا ہی، امام صاحب نے فرمایا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیسہ واپس کرنے کو جی نہیں چاہتا؟ شاید تمہارے کترانے کی یہی وجہ ہے؟ بھائی! دیکھو مال کی وجہ سے تعلقات خراب کرنے کی ضرورت نہیں، جاؤ پچاس کا پچاس ہزار درہم بالکل معاف کر دیا، مگر تعلقات پر پانی نہیں پھیرنا چاہیے، آمد ورفت ویسی ہی رکھنی چاہیے، بالکل معاف تم کو ایک پائی بھی نہیں دینی پڑے گی۔

نظر اللہ پر رہے

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن ولید کو اس حالت میں سرداری سے معزول کر دیا، جب کہ وہ کفار کے مقابلہ میں ملک شام میں دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں، جس کی دو وجہیں تھیں، ایک تو حضرت خالد کی بعض سخاوتوں کو وہ بے موقع سمجھتے تھے، دوسرے یہ فرماتے تھے کہ لوگوں کو حضرت خالدؓ پر زیادہ نظر ہو گئی ہے، خدا پر نظر کم ہو گئی، یہ ٹھیک نہیں، غرض شام میں ابوعبیدہ کے پاس پروانہ بھیجا کہ میں نے خالد کو معزول کیا اور خالد کی جگہ تم کو مقرر کیا، یہ عابد وزاہد بزرگ تھے، نہ آداب جنگ کا خالدؓ کے برابر تجربہ رکھتے تھے اور نہ ان کی برابر قواعدِ جنگ سے واقف تھے اور خالد سیف اللہ بڑے مشہور شجاع اور ماہر جنگ تھے، لوگوں نے آپ سے پوچھا بھی کہ حضرت یہ کیا کیا آپ نے یہی فرمایا کہ لوگوں کی نظر خالدؓ پر پڑنے لگی تھی، اللہ کی طرف متوجہ نہ تھے، مجھے ڈر ہوا کہ خالدؓ پر نظر کرنے سے کہیں نصرتِ الٰہی میں کمی نہ ہو جائے، یہ تھا ہمارے اکابر کا مذاق! یہ مطلب نہیں کہ تدبیر نہ اختیار کرو، البتہ تدبیر کو قبلہ وکعبہ نہ بناؤ، تدبیر میں اعتدال ہو، افراط نہ ہو۔

ہمت کی برکت

ایک بزرگ تھے جب لمبے سفر پر جاتے تو وہ نماز و جماعت کے خیال سے ایک دو آدمی کو ہمراہ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر میں ایسے انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہونچ جاویں۔

اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ حرج ہو گیا اور ظہر کا وقت آ گیا گاڑی بان ہندو تھا، انہوں نے وضو کیا، سنتیں پڑھیں، کوئی اور نماز پڑھتا ہوں اور اس وقت میں مجبور ہوں، اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے مشرف کر سکے ہیں۔

مصلیٰ بچھا کے یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا کہ میاں مجھے تم مسلمان کر لو، بڑی مسرت ہوئی، سمجھ گئے کہ دعا قبول ہو گئی (کیا پوچھنا ہے اس مسرت کا وجد ہو رہا ہوگا) اسی وقت مسلمان کیا اور وضو کرا کر کہا کہ جس طرح میں کروں اسی طرح تو بھی کر اور سب ارکان میں سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتا رہا۔ دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی اور اس طرح محض سبحان اللہ، سبحان اللہ سے ہماری نماز تو نہیں ہوگی، مگر نو مسلم کی ہو جائے گی، جب تک اسے سورتیں اور دعائیں یاد نہ ہوں، جتنی جتنی یاد ہوتی جائیں اتنی اتنی اسے بھی پڑھنا واجب ہوگا۔

عالم کے بگڑنے سے عالَم بگڑ جائے گا

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ایک لڑکا تیزی کے ساتھ چلا جا رہا تھا، امام صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادہ سنبھل کر چلو گر پڑوگے، وہ لڑکا بولا کہ آپ سنبھل کر چلیں، اس لئے کہ آپ کے سنبھلنے سے عالم سنبھل جاوے گا اور آپ کے بگڑنے سے عالم بگڑ جاوے گا اور میرے گرنے سے تو صرف مجھ ہی پر اثر ہوگا، امام صاحب بچے سے یہ بات سنکر بہت متاثر ہوئے، ان حضرات میں یہ خوبی تھی ’’لاتنظر الیٰ من قال وانظر الیٰ ماقال‘‘ پر پورا عمل تھا، یعنی وہ حضرات قائل کو نہیں دیکھتے تھے، بات کو دیکھتے تھے کہ کس درجہ کی ہے، یہاں یہ کیفیت ہے کہ چھوٹوں کی بات پر تو کیا ہی عمل کرتے، چھوٹوں کی باتوں کو کان لگا کر سنتے بھی نہیں، بلکہ بڑوں کی باتوں کو بھی نہیں سنتے اور بڑوں کے ارشاد پر عمل نہیں کرتے۔

حلال کمائی کی برکت

دیوبند میں عبداللہ شاہ ایک نیک آدمی تھے اور گھاس بیچتے تھے، جو ملتا اس میں سے ایک حصہ اپنی والدہ کو دیتے اور ایک حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے اور باقی اپنے خرچ میں لاتے، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرات کی دعوت کی، مولانا نے فرمایا کہ دعوت کہاں سے کروگے، تمہارے پاس ہے ہی کیا، کہنے لگے جو حصہ خیرات کا نکالتا ہوں، اسی سے دعوت کر دوں گا، غرض پانچ آنے جمع کئے اور حضرت مولانا کے پاس لائے اور کہا کہ تم ہی پکا لیجیو، میں کہاں جھگڑا کروں گا، اگر دنیادار بھی اس طرز کو اختیار کر لیں تو کیسا اچھا ہو، مہمان تھے کئی اور پیسے صرف پانچ آنے، بزرگ مہمانوں کا مشورہ ہوا کہ کوئی سستی سی چیز تجویز کی جاوے، چنانچہ میٹھے چاول گُڑ کے تجویز کئے، بڑی احتیاط سے لگائے گئے، کوری ہانڈی منگائی گئی، پکانے والے کو وضو کرایا گیا، غرض ہر طرح کی احتیاط کی گئی وہ چاول تھے ہی کتنے ایک ایک دو دو لقمہ کھا لئے، مولانا خود فرماتے تھے کہ ان دو لقموں کی برکت دیکھی کہ ایک ماہ تک قلب میں انوار وبرکات محسوس ہوتے تھے، ایک ماہ کامل یہ اثر رہا۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں، میں کہتا تھا کہ جس کی کمائی کے ایک لقمہ کا یہ اثر ہے تو جو دن رات اسی کو کھاتا ہے، اس کی کیا حالت ہوگی، دوستو! اگر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت ہوگی تو یہ بات پیدا ہو جائے گی۔

اسلامی قانون کی جامعیت

محمد اخلاق ندوی

تمدنی اور معاشرتی زندگی کی کامیابی کے لئے عدالت اور قانون ایک ناگزیر چیز ہے اس کے بغیر انسان کو اس کی جان و مال کا اس کی عزت اور اس کی آبرو کا احترام حاصل نہیں ہوسکتا آپ خود غور فرمائیں کہ کسی معاشرہ کے مختلف افراد کے مزاج میں کتنا نمایاں فرق ہوتا ہے اس میں بدخو بھی ہوتے ہیں نیک خو بھی، اس میں ظلم پسند بھی ہوتے ہیں، عدل پسند بھی، اس میں رحم دل بھی ہوتے ہیں اور سنگدل بھی اس میں ایثار سے کام لینے والے بھی ہوتے ہیں اور اپنے مفاد کی چتا میں دوسروں کو جلانے والے بھی الغرض یہ کہ اس میں ہر قسم اور ہر طرح کے افراد ہوتے ہیں اب اگر ہر ایک کو اس کے مزاج کے مطابق کھلی چھوٹ دے دی جائے اور اس کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دی جائیں تو معاشرتی زندگی کا پورا نظام تباہ و برباد ہوجائے گا اور انسان تمدن کے میدان میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکے گا، قدم قدم پہ اس کے یہاں رخنے پیدا ہوں گے جگہ جگہ ٹکراؤ کی نوبت آئے گی مسائل اور حالات کی پیچیدگی اتنی بڑھ جائے گی کہ اس سے نکل کر انسان کو اپنی طبعی صلاحیتوں کو نشو و نما دینے کا موقع ہی نہیں ملے گا زندگی ہر ایک کے لئے اجیرن اور سوہان روح بن کر رہ جائے گی بلکہ زندگی کا تصور ہی دشوار ہوجائے گا جب کسی کے حسد کے شعلے بھڑکیں گے تو وہ اس وقت تک ٹھنڈے نہ پڑیں گے، جب تک وہ محسود کو نقصان نہ پہونچالے گا، جب کسی کے حرص کے دریا میں ابال آئے گا تو وہ اس وقت تک پرسکون نہیں ہوگا جب تک وہ کسی کے خون پسینے کی کمائی ہوگئی گاڑھی کمائی پہ ہاتھ نہ صاف کرلے گا جب کسی کے سفلی جذبات زور کریں گے تو ان کا زور اس وقت تک نہیں ٹوٹے گا جب تک وہ کسی کی عزت و آبرو پر دست درازی نہیں کرلے گا اسی لئے معاشرہ کو ہمہ وقت ایک ایسے حکمراں اور بالادست قانون کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو انتشار و پراگندگی سے بچاسکے اس کے افراد کے باہمی تعلقات کو درست رکھ سکے مشترکہ اعمال میں ان کو حدوں کے اندر قید کرسکے ان کے درمیان باہمی اعتماد کی فضا قائم کرسکے، آپس میں پیدا ہونے والے شبہات کا تصفیہ کرسکے اس کے بےلگام گھوڑوں کو لگام لگا کر کے تمدن کو غارت گری سے بچاسکے یہی وجہ ہے کہ ہمیں تاریخ انسانی کے ہر دور میں قانون اور عدالت کے وجود کا سراغ کسی نہ کسی شکل میں ضرور ملتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ جس رفتار سے انسان کا سماجی شعور بالغ ہوتا گیا اسی رفتار سے اس کا عدالت اور قانون کی ضرورت کا احساس بھی بڑھتا گیا۔

عدالت اور قانون کی مشکل: مگر تاریخ کا مطالعہ ہی نہیں بلکہ حال کا مطالعہ بھی ہمیں یہ بتاتا ہے کہ انسان کی قائم کردہ عدالتیں اور اس کے وضع کردہ قوانین معاشرتی زندگی کے اندر در آنے والی مشکلات پر مکمل قابو کبھی نہیں پاسکے اور نہ جرائم کی شرح میں کمی لاسکے، قانون کا جو مقصد ہے اس میں اس کو کامیابی کبھی نہ مل سکی، بلکہ بسا اوقات اس نے انسان کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کردیا اس کی اوٹ سے بے گناہوں کا شکار کیا گیا اس کے پردے میں دلوں کی بھڑاس نکالی گئی، اس میں الٹ پھیر کرکے غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط ثابت کیا گیا عدالتوں کی بھرمار اور قوانین کے طومار کے باوجود وہ سب کچھ ہوتا رہا جس سے انسانیت تھرّا اٹھی تمدن کی چولیں ہل کر رہ گئیں جس کی لاٹھی اس کی بھینس والی کہاوت زبانوں پہ طاری ہوگئی، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اصل حیثیت قانون کی نہیں، بلکہ اس ذہنیت کی ہے جو اس قانون کی پشت پر کارفرما ہوتی ہے اور جس کے سائے سے قانون کبھی بچ نہیں سکتا اب اس ذہنیت کی تعمیر جس محور پہ ہوئی ہوگی اسی محور پہ قانون کی گردش بھی ہوگی اس روشنی میں دیکھئے تو جو ذہنیت کسی بالاتر ہستی کے سامنے جوابدہی کے احساس سے محروم ہے وہ عدل و انصاف سے آشنا ہو ہی نہیں سکتی اور ذاتی مفادات سے اوپر اٹھ کر کچھ سوچ ہی نہیں سکتی، اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ اس وضعی قانون کی حیثیت مکڑی کے جالے کی سی رہی وہ کمزور کو پھانستا رہا اور طاقتور سے خود ٹوٹتا رہا اسکا دورخا پن کبھی ختم نہ ہوا ایک ہی جرم میں امیر کے ساتھ اس کا رویہ کچھ رہا غریب کے ساتھ کچھ رہا حاکم کے ساتھ اس کا سلوک کچھ رہا اور محکوم کے ساتھ کچھ رہا ایک ہی چیز کو اس نے ایک کے حق میں روا رکھا اور دوسرے کے حق میں ناروا۔

اس وضعی قانون کی ناکامی کا ایک بڑا اور اہم سبب یہ ہے کہ انسان اپنے قوائے فکریہ پہ خواہ کتنا بھی زور ڈال لے زندگی اور اس کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے خواہ کتنی بھی عرق ریزی کرڈالے لیکن اس کا علم مقررہ حدود سے تجاوز نہیں کرسکتا ہے اور نہ زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہوسکتا ہے اور نہ انسانی فطرت کی تہہ درتہہ باریکیوں تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ اب اس ناقص علم کے ساتھ معاشرتی زندگی کے لئے جو قانونی ڈھانچہ تیار کیا جائے گا اس میں اعتدال اور تناسب کی شان ہو وہ فطرت انسانی سے مکمل ہم آہنگ ہو ممکن ہی نہیں ہے پھر اس کی کامیابی کا سوال کیا اٹھتا ہے اور اس کا مشکلات پر قابو پانا کیا معنی رکھتا ہے، یہاں یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ انسان کو جو عقل دی گئی ہے اس کا بالکل خالص اور بےآمیز ہونا ہر طرح کے اثرات سے پاک ہونا محال ہے خواہش اس کے پلّو میں بندھی ہوئی ہے مفاد کی منطق اس کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ پھر اس مخلوط عقل سے ایک صحت مند قانون کی برآمدگی کی توقع کیوں کرکی جاسکتی ہے۔ آپ دنیا بھر کے حکماء کے قوانین کو حقیقت کی میزان میں رکھ کر دیکھ لیجئے کیا اس کے بہت سارے حصے بالکل مبنی بر خواہش نہیں ہیں؟ اب یہ سوال اپنی جگہ پر بڑی اہمیت کا حامل ہے کہ کیا قانون سازی کے لئے خواہش کو کسی درجہ میں معیار بنایا جاسکتا ہے اور پھر جب خواہش کے گھوڑے کو بےلگام کرنا ہی مقصود ہے تو عدالت اور قانون کی نمائش کی حاجت کیا؟

اسلام میں اس مشکل کا حل: عدالت اور قانون کو جو ہر زمانے میں یہ مشکل پیش آئی اور آج جو درپیش ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کا تعین نہیں کرسکا کہ اس کائنات میں اس کی حیثیت کیا ہے اور نفس کے ساتھ اس کا رویہ کیا ہونا چاہئے، اس سلسلے میں ادیان عالم میں تنہا دین اسلام کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ نفس اور کائنات کے تعلق سے ایسا ٹھوس نظریہ فراہم کرتا ہے کہ اس کی بنیاد پر اٹھنے والی عمل کی عمارت میں موزونیت اور درستگی کو شبہ کے دائرہ میں نہیں لایا جاسکتا ہے۔ وہ کائناب میں انسان کی حیثیت یہ متعین کرتا ہے کہ وہ اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا خلیفہ اور نائب ہے ﴿اِنّی جَاعِلٌ فِی الارْضِ خَلِیفَۃً﴾ ﴿یا داؤد انا جَعَلْناک خَلِیفَۃً فی الارْضِ فَاحْکُمْ بینَ النَّاسِ بِالْحقِّ﴾ جس طریقے سے اس کائنات کے اوپر اس کا تکوینی قانون جاری ہے اور جس میں انسان کے ارادے اور نیت کو ذرہ برابر دخل نہیں اسی طریقے سے انسان کو اس کے تشریعی قانون کو بھی تسلیم کرنا چاہئے یہ زندگی بھی اسی کی ہدایت کے مطابق گذارنی چاہئے۔ ﴿یا بنی آدم اما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون﴾ نفس کے تعلق سے اس کی ہدایت یہ ہے کہ وہ بیک وقت دو متضاد صلاحیتوں کا حامل ہے، اس میں نیکی کی صلاحیت بھی ہے اور بدی کی بھی کامیاب اور بامراد وہ لوگ ہیں جو الٰہی تعلیمات کو اختیار کرکے نفس کی شرارتوں سے اپنے آپ کو محفوظ کرلیتے ہیں ﴿و نفس و ما سواھا فألھمھا فجورھا و تقواھا قد افلح من زکھا و قد خاب من دسھا﴾ اسلام نے اس مشکل کو اس طریقے سے بالکل حل کرکے رکھ دیا کہ سب سے پہلے اس نے انسان کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں ایک عقیدہ اتارا ایک بالاتر ہستی کا تصور اس کے دماغ پہ نقش کیا اس کے اندر مسئولیت اور جوابدہی کا احساس پیدا کیا اس دنیا کو اس کی آخرت کی کھیتی قرار دیا اس زندگی کو حسن عمل کے لئے امتحان کا ذریعہ بتایا نتیجتاً اس کے اندر اخلاقی قوت پیدا ہوگئی، ضمیر کی عدالت قائم ہوگئی وہ خود اپنا محتسب بن گیا جب داخلی سطح پر یہ مرحلہ مکمل ہوگیا تب اس نے خارجی سطح پر اپنا اثر انگیز عمل شروع کیا، یہاں اس نے اس کو ایک ایسا مضبوط لائحہ عمل اور پختہ دستور حیات سپرد کیا جس کا دھارا اس عقیدہ اور ایمان کے سرچشمہ سے پھوٹا تھا جو دل کی گہرائی میں پیوست ہوچکا تھا جو اس کو ایثار و ترجیح کا سبق پڑھا چکا تھا جو اس کو ضبط نفس کا عادی بنا چکا تھا جو اس کو عدل و مساوات کا خوگر بنا چکا تھا اور جس نے تمام خانہ زاد معیاروں کو ڈھا کر کے اس کو صرف ایک معیار دیا تھا اور وہ تھا حق کا معیار یہ معیار چاہے جہاں پایا جائے اس کی بہرحال اس کو حمایت کرنی تھی اور اس سے ٹکراتا ہوا معیار چاہے اپنوں کے پاس کیوں ہی نہ ہو اس کی بہرحال اس کو مخالفت کرنی تھی، اس نے اس کو مظلوم کی مدد کی بھی تعلیم دی تھی اور ظالم کی بھی (انصر اخاک ظالما او مظلوما) (حدیث) ظالم کا ہاتھ پکڑ کرکے اور مظلوم کو اس کا حق دلوا کرکے اس نے اس کے اندر یہ اسپرٹ پیدا کی نہ بدی، بدی ہے جس کو وہ کم از کم دل سے تو کبھی نہ برداشت کرے ورنہ پھر ایمان کی خیر نہیں (و لیس وراء ذالک حبۃ خردل من ایمان) (حدیث) عقیدے کے سرچشمے سے پھوٹنے والے اس الٰہی قانون کے دو اہم نتائج برآمد ہوئے ایک تو اس کو دل سے احترام ملا اس کی عملداری صرف ظاہر تک محدود نہ رہی اس کی حرمت کو پامال کرنے کیلئے اندھیروں کا انتظار نہیں کیا گیا، بلکہ اس قانون کی تاریخ میں متعدد ایسے واقعات درج ہیں کہ اگر کسی سے اندھیرے میں اس قانون کی حرمت پامال ہوگئی تو اس کے ضمیر نے اس کو مجبور کیا کہ وہ برملا اپنے آپ کو ملزم کے کٹھرے میں لے جا کر کھڑا کردے جب کہ وضعی قانون کی نارسائی اور کوتاہ دستی کا یہ حال رہا ہے کہ اجالے میں تو شاید اس نے کالے کاموں پہ پکڑ بھی کرلی ہو مگر کالی راتوں میں تو کالے کام بالکل ڈوب کے رہ گئے......دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ یہ قانون کبھی بھی انسان کی پسند و ناپسند اس کی رضامندی و ناراضگی اس کے فائدے و نقصان کے تابع نہیں رہا اس معاملہ میں اس کی آنکھوں پر ہمیشہ پردہ پڑا رہا اور اس نے بےلاگ طریقے سے اپنے ماننے والوں پر حکمرانی کی، عرب شراب کے رسیا تھے لیکن اس نے اس کی حرمت میں کوئی باک محسوس نہیں کیا اور اس کی شاندار کامیابی دیکھو کہ سیکنڈوں میں صرف ایک منادی پر سارے عرب میں اس کا نفاذ ہوگیا جام و سبو ٹوٹ گئے لبوں سے لگے ہوئے پیالے زمین پر آ گئے مٹکوں میں سینتی رکھی ہوئی شراب گلیوں میں بہنے لگی ادھر نام نہاد مہذب امریکہ کے تحریم خمر کے قانون کی عاجزی دیکھو کہ چودہ سال کے بعد 1934ء میں تھک ہار کر تحریم خمر کا قانون اس کو واپس لینا پڑا اور امریکی قوم کی مرضی کے مطابق تحریم کو تحلیل کی شکل دینی پڑی۔

اسلام میں قانون کی ہمہ گیری: اسلامی قانون کی یہ بھی ایک بڑی اہم خصوصیت ہے کہ وہ انسان کی پوری زندگی کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے، زندگی کا کوئی شعبہ اور کوئی حصہ اس کی گرفت سے آزاد نہیں اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید میں عقیدے اور عبادت کی تعلیم کے پہلو بہ پہلو خرید و فروخت، قرض کے لین دین، گروی رکھنے، شراکت داری، تعزیر، وراثت، وصیت ازدواجی تعلقات، سیاسی اور بین الاقوامی معاملات، معاشرتی، سیاسی اور قانونی معاملات پر اس قدر تفصیلات بہم پہونچاتی ہیں کہ بےشمار ضخیم کتابیں اس کی تدوین و ترتیب کی خاطر معرض وجود میں آئی ہیں، پھر اس نے ایسے کلیات فراہم کردیئے ہیں کہ بدلتے ہوئے حالات میں انہیں کلیات کے عرق سے جزئیات کا عطر کشید کیا جاتا رہے گا اور ان کو زندگی پر منطبق کیا جاتا رہے گا ان کلیات میں اتنی وسعت و جامعیت ہے اور فطرت انسانی کی اس قدر رعایت ہے کہ تمدن خواہ کتنی بھی ترقی کرجائے لیکن ان کے سوتے خشک نہیں پڑ سکتے اور ان کی فیض رسانی بند نہیں ہوسکتی اس قانون کی یہی وہ صفت ہے جس کی وجہ سے اس کو دوام و پختگی حاصل ہے، اس کے یہاں کل کا حلال آج حرام اور آج کا حرام کل حلال نہیں قرار پاتا ہے ایک شخص جب برضا و رغبت اس قانون کی بالادستی کو تسلیم کرلیتا ہے تو پھر اس کو یہ حق نہیں رہتا ہے کہ وہ اس میں اپنی پسند و ناپسند کی ٹانگ اڑائے اور اپنی مرضی و نامرضی کو اس میں دخل دے اور نہ اس قانون کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کے چشم و ابرو کو تکے اور ان کی ناک بھوں کو اہمیت دے اس کے یہاں ذاتی رجحانات اور شخصی میلانات کا کوئی گذر نہیں ﴿و ما کان لمؤمن و لا مؤمنۃ اذا قضی اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم﴾ ''اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد مومن مرد اور مومن عورت کے لئے اپنے (متعلقہ) معاملے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا ہے۔

نوجوانوں کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

سیرتِ نبویہؐ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داری کا کام اکثر نوجوانوں ہی کے سپرد کیا جاتا تھا۔اس کی متعدد نظیریں تاریخ نے صراحت سے مہیا کی ہیں۔ چنانچہ جب کسی قبیلے نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ذہین وفطین نوجوان کواس کا سردار مقرر کیا۔اصل میں معیار یہ تھا کہ اسلامی اصول وشریعت سے کون زیادہ واقف ہے؟ نماز پڑھانے کے لیے قرآن کی سورتیں کس کوزیادہ یاد ہیں؟ کون اپنے نئے دین سے زیادہ جوش اور دل چسپی کا اظہار کرتا ہے؟ اور یہ صفتیں عموماً نوجوانوں میں پائی جاتی ہیں۔عموماً نوجوان مدینہ آکر زیادہ تیزی سے قرآنی سورتیں حفظ کر لیتے تھے۔ دیگر اُمور، مثلاً مال و دولت، وجاہت و تجربہ زیادہ پیش نظر نہیں رہتا تھا۔ایک صحابی عمرو بن سلمہ الجرمی کا بیان ہے کہ ان کے والد سلمہ الجرمی اوران کے قبیلے کے کچھ لوگ نبی پاکؐ کے پاس آئے، اسلام قبول کیا اور قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کی۔تب انھوں نے کہا: ’’یارسولؐ اللہ! ہمیں نماز کون پڑھائے گا؟‘‘ آپؐ نے فرمایا: ’’جس نے سب سے زیادہ قرآن یاد کیا ہو، وہ نماز پڑھائے‘‘۔ جب سارے لوگ واپس آئے تو انھیں مجھ سے زیادہ قرآن یاد کرنے والا نہیں ملا، چنانچہ مَیں نے نماز پڑھانی شروع کردی‘‘۔(ابوداؤد،نسائی،ترمذی)

باصلاحیت افراد کی حوصلہ افزائی؛ مدینہ ہجرت کر کے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے سامنے ایک چبوترہ بنا دیا، جس پر سائبان بھی تھا، اُسے صفہ کہتے تھے۔ دن کو یہ مدرسہ (بلکہ جامعہ) بن جاتا تھا اور رات کو دارالاقامہ اور بورڈنگ۔ یہاں اعلیٰ تعلیم تو خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیا کرتے تھے، لیکن ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا، سکھانا، یہ کام نوجوان رضا کاروں کے سپرد تھا۔ہجرت کے ڈیڑھ ہی سال بعد بدر کی جنگ پیش آئی اور مکہ کے قیدیوں کا فدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مقرر فرمایا کہ ہر شخص مدینے کے دس دس مسلمان بچوں کو پڑھنا سکھائے۔حضرت زید بن ثابتؓ نے اسی طرح لکھنا سیکھا، اوران کی ذہانت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ فارسی، حبشی، یونانی اور عبرانی زبانیں بھی اپنے شوق سے مدینے آنے والے مسافروں سے چند روز میں سیکھ لیں۔اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عبرانی سیکھنے کا حکم دیا تو 15 دن میں اس میں مہارت پیدا کرلی، تاکہ یہودیوں سے خط وکتابت میں اسلامی محکمۂ خارجہ کسی غیر مسلم یہودی کا محتاج نہ رہے۔ حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ دیگر کاتب بھی اکثر نوعمر تھے۔حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ سب نوجوان لوگ تھے۔اس سے بڑھ کر، اہم اور ذمہ داری کے کام بھی کثرت سے نوجوانوں کے سپرد کیے جاتے تھے۔حضرت اسامہؓ بن زید کو بارہا فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔ جنگِ خیبر میں حضرت علیؓ کی عمر مشکل سے 25 سال کی ہوگی۔انھیں ایک بہت بڑے معرکے کا افسر بنایا گیا۔اس کے بعد کے سالوں میں انھیں گورنر اور قاضی جیسے عہدے بھی دیے گئے۔حضرت عمروؓ بن حزم اور حضرت معاذؓ بن جبل بھی بہت نوعمر صحابہؓ تھے۔انھیں تین اہم صوبے کا علی الترتیب گورنر اور انسپکٹر جنرل تعلیم بنایا گیا۔حضرت معاذؓ کے متعلق مؤرخ طبری نے لکھا ہے کہ ’’ان کا یہ کام تھا کہ گاؤں گاؤں اور ضلع ضلع دورہ کریں اور وہاں تعلیم کی نگرانی اور بندوبست کریں‘‘۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی صلاحیتیں دیکھ کر مختلف نوجوانوں کو ایک فنی تخصیص کا موقع دیا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ حساب کے بھی ماہر تھے۔اس لیے انھیں تقسیم ترکہ کے ریاضیاتی فن کا امام قرار دیا۔کسی کوفنِ تجوید اور قرأت کا ماہر، کسی کو عام مسائل اور فقہ کا مستند عالم قرار دیا اور حکم دیا کہ جس کسی کو ان فنون کے متعلق کچھ پوچھنا ہوتو ان ماہرین سے پوچھ لے۔

مشیروں کا تقرر اور مشاورت؛ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیرانِ خاص بھی اکثر نوجوان تھے۔ایک حضرت ابوبکرؓ کو چھوڑ کر، جو آنحضرتؐ کے تقریباً ہم عمر تھے، باقی تمام اکابر صحابہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابن الجراحؓ سب ہجرت کے وقت نوعمر تھے۔حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ کی عمر تو اور بھی کم تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ احکامِ قرآن ہر امر میں مشورہ فرمایا کرتے تھے، جس کا منشا نوجوانوں کی تربیت تھا۔ وہ واقعات اور گتھیوں سے واقف ہوتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو آخر میں سنتے اور اس طرح آیندہ اہم کاموں کے لیے تیار ہوتے جاتے۔حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے: ’’میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی شخص کو اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرتے نہ پایا‘‘۔(امام شافعیؒ نے حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے)اور یہ بھی کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشورے سے مستغنی تھے لیکن حضورؐ کا منشا یہ تھا کہ اپنے بعد آنے والے حاکموں کے لیے ایک سنت چھوڑ جائیں۔انتظامِ مملکت اور سیاستِ مدن کے لیے جہاں بہت سے عام ادارے (گورنری، عدالت، تحصیل مال گزاری وغیرہ) قائم ہوئے، وہیں شہروں اور قبیلوں کا اندرونی نظام بھی درست کیا گیا۔ ہر گاؤں یا بڑے شہر کے محلے میں ہر دس دس آدمیوں پر ایک ’عریف‘ مقرر ہوا تھا اور جملہ مقامی ’عریفوں‘ کا ایک نقیب ہوتا جو براہِ راست عامل (گورنر) کے پاس جواب دہ ہوتا۔عریف کا کام عموماً نوجوانوں کو دیا جاتا اور وہ بڑی مستعدی اور پھرتی سے اپنے فرائض بجالاتے۔ ہوازن کے قیدیوں کی رہائی کے متعلق ہزاروں ہی آدمیوں سے رائے لینی تھی۔ یہ کام عریفوں نے دیکھتے ہی دیکھتے انجام دے دیا۔ اور نتیجہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیا۔

قیادت کی تیاری؛ حوصلہ افزائی کے لیے نوجوانوں کو انعام واِکرام کی بھی کمی نہ تھی۔اور نوجوانوں کی تربیت پر توجہ کرنا ہی وہ راز معلوم ہوتا ہے کہ وہ قوم جس نے ابتداے آفرینش سے کبھی حکومت کا نام نہ سنا تھا، وہ 15-20 سال ہی میں جب تین براعظموں کی مالک بن جاتی ہے تو ایسے اچھے مدبر اور سپہ سالار اور منتظم افسر بھی مہیا کرنے کے قابل ہوجاتی ہے جن پر تاریخِ انسانیت فخر کرسکتی ہے۔آج تہذیب وتمدن کے دعویداروں اور کمالاتِ انسانی کے مالکوں میں سے کون سی قوم ہے جو اس اسلامی نظریے کا جواب پیش کرسکتی ہو کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب ایک شہر پر قبضہ ہوا اور حسبِ معمول شہریوں سے حفاظتی ٹیکس وصول کیا گیا لیکن جلد ہی جنگی ضرورت سے شہر کا تخلیہ کر کے اسلامی فوج کو وہاں سے ہٹ کر آنا پڑا، تو جملہ حفاظتی ٹیکس شہریوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ اب ہم تمھاری حفاظت کے قابل نہیں ہیں اور ہمیں یہ رقم رکھنے کا کوئی حق نہیں۔ آج مہذب سے مہذب قوموں میں سے کون اس نظیر کا جواب پیش کرسکتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک محصور شہر کے لوگوں نے بعض سابقہ تعلقات کی بنا پر محاصر کنندہ فوج کے ایک غلام سے امن نامہ حاصل کرلیا اور فوج کا سپہ سالار مجبور ہوگیا کہ اس مسلمان کی بات کا پاس کرے جو چاہے کتنا ہی کم حیثیت اور ادنیٰ مرتبے کا غلام ہی کیوں نہ ہو۔اصل میں اعلیٰ تعلیم اتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی اعلیٰ تعمیل۔اسلام نے کبھی دکھاوے کی خوش نما مگر ناقابلِ عمل تعلیم نہ دی کہ کوئی ایک طمانچہ لگائے تو دوسرا گال بھی ضرور ہی پیش کردو۔کوئی کورٹ چھین لے تو قمیص بھی ضرور ہی اُتار کردے دو۔اسلام نے اوسط انسانوں کی قابلیت کا لحاظ کر کے قواعد بنائے اوران کی انتہائی تعمیل ادنیٰ اور اعلیٰ سب سے کرائی۔ان احکام کا بادشاہِ وقت بھی اتنا ہی پابند ہے جتنا کوئی غلام۔ایثار اور فرشتہ سیرتِ اعمال کی تعریف تو کی، مگر ویسا کرنا کسی پر واجب نہیں کردیا۔یہ اصول اسلامی تعلیم کے ہر جز میں نظر آئے گا۔

جسمانی کھیلوں کی حوصلہ افزائی؛ چُستی پیدا کرنے کے لیے جہاں ذہنی تربیت کی ضرورت پڑتی ہے، وہیں جسمانی ریاضت بھی ناگزیر ہوتی ہے۔اسی لیے یہ سوال دل چسپ ہے کہ عہد نبویؐ میں اسپورٹ کی کس حد تک سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جاتی تھی۔عرب میں خاص کر حجاز میں تیرنے کی ضرورت کم پڑتی ہے۔اس کے باوجود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کم عمری میں اپنی ننھیال کے کنویں میں تیرنا سیکھا اور اس کی اوروں کو ترغیب بھی دیتے رہے۔کشتی کا فن بھی اس ضمن میں بیان ہوسکتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُکانہ پہلوان کو مسلسل تین بار کشتی میں پٹخنا تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔مدینہ میں بھی آپؐ اس کی اکثر سرپرستی فرماتے تھے۔جنگِ اُحد کے موقعے پر چند نوعمر رضا کاروں کو کشتی لڑنے میں ماہر ہونے کے باعث، باوجود کم عمر کے فوج میں بھرتی ہونے کی اجازت دی گئی تھی۔دوڑ کے سلسلے میں آدمیوں کی، گھوڑوں، گدھوں اور اُونٹوں کی دوڑ سب سے زیادہ مقبول تھی۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خود انعام دیا کرتے تھے۔تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ گھوڑوں کے لیے الگ الگ مسافتیں مقرر تھیں۔وہ مقام اب تک مدینہ منورہ میں محفوظ ہیں جہاں سے شرط کے گھوڑے وغیرہ روانہ ہوتے تھے، اور وہ مقام بھی جہاں کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیتنے والے کا تعین کرتے تھے۔اس آخرالذکر مقام پر اب ایک مسجد ہے جو مسجد السبق (دوڑ کی مسجد) کے نام سے موسوم ہے۔دوڑ میں انعام اوّل، دوم، سوم، چہارم متعدد افراد کو ملتے تھے۔کبھی انعام کچھ کھانے کی چیزیں، مثلاً کھجور اور کبھی کوئی چیز جن کی تفصیل سیرتِ میں ملتی ہے۔نشانہ اندازی کے انعامات اور اس کی ترغیب وتحریص کا ذکر کثرت سے احادیث میں آیا ہے۔ابن القیم نے اپنی کتاب الفروسیہ میں ذکر کیا ہے کہ علاوہ اور چیزوں میں مسابقت کے، عہدِ نبویؐ میں وزنی پتھر اُٹھانے کے بھی مقابلے ہوا کرتے تھے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے روا رکھتے تھے۔نیزہ بازی (وِرگلہ) کے علاوہ عہدِ نبویؐ میں کجّہ اور کُرک کھیلوں کا بھی نوعمروں میں رواج نظر آتا تھا۔

نعت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

کاوش: مفتی محمد جہاں گیر تائب۔۔۔۔۔۔۔۔باب نوروی ہارون نگر پٹنہ

آپ کی جس کے دل میں اطاعت نہیں
روز محشر بھی اسکی شفاعت نہیں
دین میں اسکو بدعت سمجھ لیجئے
جس عمل میں کوئی بوئے سنت نہیں
خاتم الانبیاء ہیں ہمارے نبی ﷺ
آپکے بعد کوئی نبوت نہیں
جس نے کی گفتگو آپ سے کہ اٹھا
یوں کسی کی زباں میں حلاوت نہیں
جو بھی راہ نبی سے ہوا منحرف
پھر وہ دونوں جہاں میں سلامت نہیں
خوش بیانی تھی ایسی نبی پاک کی
شاعری میں بھی ویسی بلاغت نہیں
آپ کا حسن میں کوئی ثانی کہاں
حسن یوسف میں بھی وہ ملاحت نہیں
جو بھی گستاخ ناموس آقا ہوا
اس کے حق میں کبھی بھی ہدایت نہیں
جام کوثر نہ تائب پئیں گے کوئی
جب تلک انکی نظر عنایت نہیں

اخبار جہاں | محمد عادل فریدی | تعلیم و روزگار

نیپال میں ووٹ شماری: وزیراعظم دیوبا ساتویں بار آبائی ضلع سے جیتے

وزیراعظم اور نیپالی کانگریس کے صدر شیر بہادر دیوبا بدھ کے روز اپنے آبائی ضلع دھنکوٹا سے مسلسل ساتویں مرتبہ منتخب ہوئے۔مسٹر شیر بہادر دیوبا نے اپنے حریف ساگر ڈھکال کو 12,492 ووٹوں سے شکست دی۔مسٹر دیوبا کو 25,534 ووٹ ملے جبکہ مسٹر ڈھکال کو 13042 ووٹ ملے۔حکمراں نیپالی کانگریس کی زیر قیادت اتحاد نیپال کے پارلیمانی انتخابات میں دھیرے دھیرے اکثریت حاصل کرنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ووٹوں کی گنتی کے تازہ ترین رجحانات کے مطابق حکمران اتحاد 75 سیٹوں پر آگے ہے۔اس کے ساتھ ہی، سابق وزیراعظم کے پی شرما اولی کی قیادت میں مرکزی اپوزیشن کمیونسٹ پارٹی آف نیپال (UML-CPN) نے تین سیٹوں پر کامیابی حاصل کی ہے اوران کی پارٹی 38 سیٹوں پر آگے چل رہی ہے۔نیپالی کانگریس نے چھ سیٹیں جیتی ہیں اور وہ 46 پر آگے ہے۔سابق وزیراعظم پشپ کمل دہل کی اتحادی پارٹی سی پی این-ایم سی 17 سیٹوں پر آگے ہے، جبکہ سی پی این-یوایس اورڈیموکریٹک سوشلسٹ پارٹی دوسیٹوں پر آگے ہے۔نیپال کے الیکشن کمیشن کے مطابق 20 نومبر کو ہونے والے پارلیمانی اور صوبائی انتخابات میں تقریباً 61 فیصد ووٹ ڈالے گئے۔ چیف الیکشن کمشنر دنیش کمار تھپلیہ نے کہا کہ یہ ووٹنگ فیصد الیکشن کمیشن کی توقعات سے بہت کم ہے۔انہوں نے کہا کہ تشدد کے چند واقعات کو چھوڑ کر پورے ملک میں انتخابات پرامن طریقے سے ہوئے۔نیپال میں وفاقی پارلیمان کی 275 اور سات صوبائی اسمبلیوں کی 550 نشستوں کے لیے انتخابات ہوئے ہیں۔(یواین آئی))

جاپان نے کووڈ میں ہنگامی استعمال کے لیے مقامی دوا کو منظوری دی

جاپان کی وزارت صحت نے ہنگامی استعمال کے لیے ملک کی پہلی مقامی کووڈ-19 اورل علاج کے لئے شوکووا کو منظوری دے دی ہے۔یہ دوا اوساکا میں قائم فارما فرم شیونوگی اینڈ کمپنی نے کورونا وائرس کے مریضوں کے علاج کے لیے تیار کی ہے۔ جو بخار، کھانسی، گلے کی خراش، ناک بہنا اور تھکاوٹ جیسی ابتدائی علامات پر لی جاسکتی ہے۔علامات کے آغاز کے بعد پہلے تین دنوں کے دوران شوکووا سب سے زیادہ مؤثر ثابت ہوئی ہے۔چوتھے دن اسے لینے پر یہ انفیکشن کے دباؤ کو تین فیصد کم کرتی ہے۔حمل میں اس دوا کی تجویز نہیں کی گئی ہے۔شیونوگی نے فروری 2020 میں اس کے لیے رجسٹریشن کی درخواست جمع کرائی اور دسمبر تک یہ دوا مارکیٹ میں آجائے گی۔کمپنی نے کہا کہ اس کے پاس 10 لاکھ لوگوں کو دینے کے لیے خاطر خواہ دوا ہے۔(یواین آئی))

انڈونیشیا میں زلزلے کے جھٹکوں کے درمیان امدادی کام جاری

انڈونیشیا کے مغربی جاوا کے پہاڑی علاقے میں آنے والے زلزلے کے بعد زلزلے کے جھٹکوں کے درمیان تیسرے دن بھی لوگوں کی تلاش جاری رکھے ہوئے ہیں۔بی بی سی نے مغربی جاوا کے گورنر رضوان کامل کے حوالے سے بتایا کہ پیر کے زلزلے کے بعد سے اس علاقے میں تقریباً 140 جھٹکے محسوس کئے گئے ہیں۔اب تک کئی بچوں سمیت کم از کم 268 افراد ا کی موت ہوچکی ہیں۔تقریباً 150 افراد لاپتہ ہیں اور ایک ہزار سے زائد زخمی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ ریسکیو آپریشن میں تیزی لانے کے لئے سینکڑوں اہلکاروں کو سیانجر بھیجا گیا ہے۔لیکن ٹوٹی ہوئی سڑکوں اور مسلسل جھٹکوں کی وجہ سے ان کے کام میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ مقامی کمیونٹی زلزلے کے جھٹکوں کی وجہ سے ابھی بھی خوف میں ہے۔امدادی کارکنوں کو بھی خطرات کا سامنا کر رہے ہیں۔انھوں نے کہا کہ ’’زلزلے کے جھٹکے ابھی بھی آرہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ انہیں امید ہے کہ یہ جمعہ تک بند ہوجائے گا۔انہوں نے کہا کہ فی الحال ہم تلاش اور بچاؤ پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے رابطہ کر رہے ہیں۔کیونکہ بہت سے لوگ اب بھی دور دراز پہاڑی علاقوں میں لاپتہ ہیں۔‘‘ ریسکیو ٹیم ابھی بھی پیدل اور موٹر سائیکل کے ذریعے اپنا راستہ طے کر رہی ہیں۔سڑکیں قابل رسائی نہیں ہیں۔لیکن متاثرین کو اسپتال لے جانے کے لیے ان کے پاس ہیلی کاپٹر بھی ہے۔واضح رہے کہ گھنی آبادی والے قصبے کے قریب پیر کی دوپہر 5.6 شدت کا زلزلہ آیا تھا۔جس کی وجہ سے سینکڑوں عمارتیں منہدم ہوگئیں۔دیواریں اور چھتیں گرنے سے متعدد افراد ملبے میں پھنس گئے تھے۔حکام کا کہنا ہے کہ متاثرین میں بچے بھی شامل ہیں۔جس سے علاقے کے تقریباً 80 اسکول اس سے متاثر ہوئے ہیں۔بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق مرنے والوں میں زیادہ تر بچے ہیں کیونکہ زلزلے کے وقت بچے اسکول میں تھے۔گورنر نے بتایا کہ کم از کم 58,000 لوگوں کو نکال لیا گیا ہے۔علاقے کے آس پاس درجنوں پناہ گزین کیمپ بنائے گئے ہیں۔نیشنل ڈیزاسٹر میٹیگیشن ایجنسی کے مطابق زلزلے سے 22 ہزار مکانات کو نقصان پہنچا ہے۔بی بی سی کی رپورٹ میں بتایا گیا کہ زلزلے سے لینڈ سلائیڈنگ ہوئی جس سے پہاڑی مغربی جاوا کے علاقے کے تمام گاؤں دب گئے۔(یواین آئی))

جنوبی کوریا میں کورنا انفیکشن کے 70,324 نئے معاملے

جنوبی کوریا میں گزشتہ 24 گھنٹوں کے دوران کورونا وائرس انفیکشن کے 70,324 نئے معاملے سامنے آنے کے بعد متاثرہ افراد کی کل تعداد بڑھ کر 2,67,25,053 ہوگئی ہے۔صحت حکام نے بدھ کو یہ اطلاع دی۔کوریا کی بیماریوں کے کنٹرول اور روک تھام کی ایجنسی کے مطابق روزانہ متاثرہ کیسز پچھلے دن کے 72,873 سے کم ہیں، لیکن ایک ہفتہ پہلے 66,569 سے زیادہ ہیں۔انہوں نے بتایا کہ نئے کیسز میں سے 69 مریض بیرون ملک سے واپس آئے ہیں۔اس کے ساتھ ہی بیرون ملک سے واپس آنے والے متاثرہ افراد کی تعداد 71,021 ہوگئی ہے۔محکمہ صحت کے حکام نے بتایا کہ کل متاثرہ افراد میں سے 477 مریضوں کی حالت تشویشناک ہے۔جبکہ اس مہلک مرض سے مزید 53 افراد کی موت کے بعد ہلاکتوں کی تعداد 30 ہزار 164 ہو گئی ہے۔(یواین آئی))

ہندوستان 2022-23 میں سعودی عرب کے بعد جی۔20 گروپ میں سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشت ہوگی: اوای سی ڈی

ترقی یافتہ صنعتی ممالک کی تنظیم (اوای سی ڈی) نے اندازہ لگایا ہے کہ مالی سال 2022-23 میں سعودی عرب کے بعد جی 20 گروپ میں ہندوستان سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشت ہوگی۔روس۔یوکرین جنگ کی وجہ سے خام تیل کے بازار میں اضافے سے پریشان پوری دنیا اس وقت مہنگائی کے شدید دباؤ اور معاشی سرگرمیوں میں مندی کے دور سے گزر رہی ہے۔پیرس میں قائم تنظیم اوای سی ڈی نے منگل کو جاری کردہ ایک رپورٹ میں کہا کہ عالمی معیشت میں مانگ میں نرمی آرہی ہے اور مرکزی بینک مالیاتی پالیسیوں کو سخت کر رہے ہیں، اس کے باوجود ہندوستان رواں مالی سال میں معیشتوں کا دوسرا سب سے تیزی سے ترقی کرنے والا جی۔20 گروپ ہوگا۔اوای سی ڈی کی تازہ ترین اکنامک آؤٹ لک رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ سال 2022-23 میں ہندوستان کی اقتصادی ترقی کی شرح برآمدات اور ملکی معیشت میں کمزور مانگ کی وجہ سے کم ہو کر 5.7 فیصد رہ جائے گی، اس کے باوجود اگلے سال ہندوستان کی اقتصادی ترقی کی شرح اگلے سال چین اور سعودی عرب سے اوپر رہ سکتی ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ 2022-23 میں 6.6 فیصد ترقی حاصل کرنے کے بعد 2023 میں ہندوستان کی شرح نمو 5.7 فیصد تک گر جائے گی لیکن 2224-25 میں یہ دوبارہ سات فیصد تک جاسکتی ہے۔رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ہندوستان میں افراط زر 2023 کے ابتدائی مہینوں تک کم از کم ریزرو بینک کے قابل برداشت چھ فیصد ہدف سے اوپر رہے گا۔رپورٹ میں حالیہ برسوں میں مالیاتی شعبے میں ہندوستان کی طرف سے کی گئی پیش رفت کا خاص طور پر تذکرہ کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ مالیاتی خدمات آبادی کے ایک بڑے حصے تک پہنچنا شروع ہوگئی ہیں اور آج معاشی اور سماجی محرومیوں کا فائدہ لوگوں تک پہنچ رہا ہے۔اس سلسلے میں یونیفائیڈ پیمنٹس انٹرفیس (یوپی آئی) اور دیگر ڈیجیٹل مالیاتی ٹیکنالوجی کے استعمال کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے لین دین کی لاگت کم ہوئی ہے، لیکن رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہندوستانی معیشت کو کارکردگی، جوابدہی، عوامی اخراجات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔شفافیت اور صحت اور تعلیم تک عوام کی رسائی بڑھانے اور مالیاتی استحکام کی سمت میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔اوای سی ڈی کی اکنامک آؤٹ لک رپورٹ میں عالمی معیشت کی شرح نمو اس سال 3.1 فیصد اور 2023 میں 2.2 فیصد رہنے کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔(یواین آئی)

مودی نے نو تقرر اہلکاروں کو 71 ہزار تقرر نامہ دیا

وزیراعظم نریندر مودی نے منگل کے روز روزگار میلے کے تحت نئے بھرتی کئے گئے امیدواروں کو تقریباً 71 ہزار تقرر نامے سونپتے ہوئے ان سے مختلف سرکاری محکموں میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے صلاحیت سازی پر توجہ مرکوز کرنے پر زور دیا۔ویڈیو کانفرنسنگ کے ذریعے خطاب کرتے ہوئے مسٹر مودی نے کہا، ’’میں ملک کے نوجوانوں سے نئے مواقع کا فائدہ اٹھانے کی اپیل کروں گا۔مجھے یقین ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑیں گے۔آج کے تقرر نامے محض داخلے کا ذریعہ ہیں۔‘‘ وزیراعظم نے کہا کہ ملک کے نوجوانوں کو روزگار میلے کے ذریعے تقرر نامہ دینے کی یہ مہم اسی طرح جاری رہے گی۔وزیراعظم نے نوجوانوں کو قوم کی سب سے بڑی طاقت قرار دیتے ہوئے کہا کہ مرکزی حکومت قوم کی تعمیر میں نوجوانوں کی صلاحیتوں اور توانائی کے زیادہ سے زیادہ استعمال کو اولین ترجیح دے رہی ہے۔وزیراعظم نے کہا کہ کام کرتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے پر توجہ دیں۔سیکھنے کے دوران اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کریں۔اپنے سینئرز سے اچھی باتیں سیکھیں۔میں مسلسل سیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔میں نے اپنے اندر موجود طالب علم کو کبھی مرنے نہیں دیا۔میں ہر ایک سے، چھوٹی چھوٹی چیزوں سے سیکھتا رہتا ہوں۔انہوں نے کہا کہ اس عادت کی وجہ سے وہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ میں (وزیراعظم) ایک وقت میں ایک سے زیادہ کام نمٹانے میں کبھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا۔ (یواین آئی)

اسٹارٹ اپ انڈیا نے مارگ پورٹل کیلئے اسٹارٹ اپ ایپلی کیشنز کا آغاز کیا

تجارت اور صنعت کی وزارت کے تحت صنعت اور داخلی تجارت کے فروغ کے محکمہ (ڈی پی آئی آئی ٹی) نے اسٹارٹ اپ انڈیا کے ذریعہ نیشنل مینٹرشپ پلیٹ فارم، مارگ پورٹل پر رجسٹریشن کے لیے اسٹارٹ اپ درخواستوں کے لئے ایک کال لانچ کیا ہے۔ہندوستانی اسٹارٹ اپ ایکوسسٹم، جو اس وقت عالمی سطح پر تیسرے نمبر پر ہے، کو مزید فروغ دینے کے لئے اسٹارٹ اپ انڈیا کی توجہ اسٹارٹ اپ روایت کو متحرک کرنے اور ہندوستان میں اختراع اور انٹرپرینیورشپ کے لیے ایک مضبوط اور جامع ماحولیاتی نظام کی تعمیر کرنے پر مرکوز ہے۔اس تناظر میں، ایم اے اے آر جی (مارگ) پورٹل-مینٹرشپ، ایڈوائزری، اسسٹنس، ریزیلینس اور گروتھ، مختلف سیکٹروں، تقاریب، مرحلوں، جغرافیہ اور پس منظر میں اسٹارٹ اپس کے لیے تحفظ کی سہولت فراہم کرنے کے لئے ایک ون اسٹاپ پلیٹ فارم ہے۔مارگ پورٹل کے مقاصد مندرجہ ذیل ہیں-• اسٹارٹ اپس کو ان کی لائف سائکل کے لئے سیکٹر فوکسڈ رہنمائی، ہینڈ ہولڈنگ اور تعاون فراہم کرنا• ایک باضابطہ اور منظّم پلیٹ فارم قائم کرنا جو مینٹیز اور ان کے متعلقہ صلاح کاروں کے درمیان انٹیلی جینٹ میچ میکنگ کی سہولت فراہم کرتا ہے۔• اسٹارٹ اپس کے لیے موثر اور ایکسپرٹ مینٹرشپ کی سہولت فراہم کرنا اور ایک نتیجہ پر مبنی نظام وضع کرنا جو مینٹر-مینٹی تعاون کو بروقت ٹریک کرنے کا اہل بناتا ہے۔اسٹارٹ اپ اب ترقی اور حکمت عملی پر ذاتی رہنمائی حاصل کرنے کے لئے مصنوعی ذہانت (اے آئی) پر مبنی میچ میکنگ کے ذریعے مؤثر طریقے سے دنیا بھر کے دیگر ماہرین تعلیم، صنعت کے ماہرین، کامیاب بانیوں، تجربہ کار سرمایہ کاروں اور دیگر ماہرین کے ساتھ جڑ سکتے ہیں۔(یواین آئی)

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں امارت شرعیہ ملٹی اسپیشلٹی اسپتال کا سنگ بنیاد

تمام تعریفیں اور حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے قرآن کریم میں فرمایا کہ جب کوئی مریض ہوتا ہے تو میں اسے شفا عطا کرتا ہوں۔اور درود وسلام نازل ہو اس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جس نے فرمایا ’’ہر مرض کی اللہ نے ایک دوا رکھی ہے‘‘۔صحت اللہ تبارک وتعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے،اسلام نے صحت کی حفاظت کے لیے علاج ومعالجہ کا حکم دیا ہے۔حفظان صحت اسلامی احکامات میں سے ایک اہم حکم ہے۔امارت شرعیہ بہار،اڈیشہ و جھارکھنڈ ، پھلواری شریف ، پٹنہ ایک قدیم رفاہی اور فلاحی ادارہ ہے،جس نے اسلام کی اس روح کو سمجھا اور جس طرح ابتدائے اسلام میں اور ماضی قریب تک طب اور میڈیکل سائنس کے میدان میں مسلم سائنسدانوں نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیے، بڑے بڑے میڈیکل کالج اور سائنس کے ادارے قائم کیے،اس پر ضخیم اور رہنما کتابیں تصنیف کیں اور مسلم ماہرین اطباء پیدا ہوئے،جن کے علوم وفیوض سے آج بھی پوری دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو اپنے نصابوں میں شامل کیے ہوئی ہے۔ہمارا فرض ہے کہ مسلمانوں کے اس تشخص کو اور ان کی اس خدمت کو مضبوطی کے ساتھ پھر سے ہم دنیا کے سامنے لائیں۔یہ باتیں امیر شریعت بہار،اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے بسوریا،نور چک، بسفی ، ضلع مدھوبنی میں امارت شرعیہ کے تحت ایک بڑے اسپتال کا سنگ بنیاد رکھنے کے موقع پر منعقد تقریب میں کہیں۔آپ نے کہا کہ امارت شرعیہ کو دوسرے کاموں کے ساتھ اسپتال کا بھی پرانا تجربہ ہے۔یہاں جدید سہولیات سے لیس ایک بڑا اسپتال قائم کرنے کا منصوبہ ہے۔اللہ کا فضل ہے کہ یہاں لوگ بڑی تعداد میں اس نیک کام میں تعاون کے لیے آگے بڑھ رہے ہیں۔مقامی تعاون کے ساتھ ساتھ ایم پی راجیہ سبھا جناب ڈاکٹر فیاض عالم صاحب چیئر مین مدھوبنی میڈیکل کالج قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے تعمیری کام کے لیے ایک خطیر رقم اپنے فنڈ سے دینے کا اعلان کیا ہے۔اس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ اس اسپتال کا لمبا پروجیکٹ اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ حسن وخوبی کے ساتھ پورا فرمادے گا اور اس کے لیے وسائل مہیا کردے گا۔اور اس میں ایسے افراد جڑیں گے جس سے یہ کام آسانی سے پورا ہوگا۔آپ حضرات بہتر فکر اور سخت کوشی کے جذبے کے ساتھ آگے بڑھیں اور اس اسپتال کو آگے بڑھانے میں امارت شرعیہ کا پورا تعاون کریں۔اس موقع سے حضرت امیر شریعت نے اسپتال کا تعاون کرنے والے لوگوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔خاص طور سے جناب انجینئر محمد عمران صاحب، جناب ممتاز عرف اجالا صاحب، جناب آس محمد صاحب، جناب شاکر حسین صاحب (سابق مکھیا)، جناب عنبر جیلانی صاحب، جناب ناصر حسین صاحب، جناب ماسٹر شفیع اعظم صاحب، جناب امتیاز احمد صاحب، قاضی شریعت دملہ جناب مولانا اعجاز احمد قاسمی صاحب، جناب طارق منہاج صاحب وغیرہ کا شکریہ ادا کیا اور انہیں دعائیں دیں۔نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے فرمایا کہ امارت شرعیہ نے بسوریا نور چک میں اسپتال کے قیام کا فیصلہ حضرت امیر شریعت کی نگرانی میں فرمایا،حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم کا یہ ایک اہم اور تاریخی اقدام ہے،ان شاء اللہ حضرت کی جرأت مندانہ قیادت میں جلد تعمیری کام شروع ہوگا اور یہاں بہتر اسپتال قوم وملت کو مل سکے گا جو صرف ایک خطہ کے لیے نہیں بلکہ کئی اضلاع کے لوگوں کے لیے نفع بخش ثابت ہوگا۔دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو آسان فرمائے،اس موقع پر پروگرام کی نظامت کرتے ہوئے امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم حضرت مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم نے ایک سال کے اندر ایسے کئی کام کیے ہیں، جو امارت شرعیہ کی تاریخ کا روشن حصہ ہیں،آپ نے کئی سی بی ایس ای طرز کے نئے اسکول قائم کیے،ایک درجن دار القضاء قائم کیے۔پہلے سے موجود اسپتال کو بھی جدید سہولیات سے لیس کرنے کے لیے احکامات جاری کیے ہیں۔پھلواری شریف میں قائم مولانا سجاد میموریل اسپتال کی عمدگی کی طرف پوری توجہ ہے اور اس پر کام ہو رہا ہے۔حضرت امیر شریعت کا احسان ہے کہ ایک بڑی آبادی کو جو اسپتال کی سہولیات سے خالی تھی ،اور لوگ مرض کے صحیح علاج کے لیے ترستے تھے،آپ نے یہاں کے لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے اس علاقہ میں ایک بڑا اسپتال قائم کرنے کا منصوبہ بنایا،الحمد للہ اس کے لیے زمین بھی مل گئی ،لیکن حضرت امیر شریعت مدظلہ کا واضح کہنا ہے کہ پہلے نقشے کی منظوری کروالی جائے، نقشہ کی منظوری کے بعد پھر تعمیری کام ہوگا۔ان شاء اللہ جلد نقشے کی منظوری ہوگی اور حضرت دامت برکاتہم کی اجازت کے بعد تعمیری کام کا بھی آغاز ہوگا۔آج حضرت کے ہاتھوں اس کا سنگ بنیاد ہے،ہم سب کو حضرت امیر شریعت کے ہاتھوں کو مضبوط کرنے اور امارت شرعیہ کی جڑوں کو مستحکم کرنے کا عہد کرنا چاہئے،محترم جناب ڈاکٹر فیاض صاحب نے کہا کہ یہ ایک بڑا کام ہے جو حضرت امیر شریعت صاحب کر رہے ہیں،حضرت امیر شریعت کے امیر بننے کے بعد ہم سب کا حوصلہ بلند ہوا ہے۔ہم ابھی فوری طور پر 2022-23 کے مالی سال میں اپنے ایم پی فنڈ سے رقم مخصوص کریں گے۔اور آئندہ بھی جو ضرورت ہوگی ،اس کے لیے کوشش کرتے رہیں گے۔اس اہم موقع سے حضرت مولانا محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ اور حضرت مولانا سہیل احمد ندوی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی باوقار موجودگی رہی۔اس مجلس کا آغاز حافظ عرفات حاتم کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔استقبالیہ کلمات انجینئر عمران صاحب نے پیش کیے،اور مہمانوں کی آمد پر خیر مقدمی کلمات کہے۔آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر مجلس ختم ہوئی اور جناب ماسٹر شفیع اعظم عرف راجہ صاحب نے اظہار تشکر کیا۔اس کے بعد حضرت امیر شریعت مدظلہ کے مبارک ہاتھوں سے امارت شرعیہ کے ذمہ داران کی پوری ٹیم ،معززین ، علماء اور دانشوروں کی موجودگی میں اسپتال کی بنیاد ڈالی گئی اور اس موقع سے بھی حضرت امیر شریعت کی طویل دعا ہوئی۔امارت شرعیہ کے اس اہم اقدام سے عوام وخواص میں امید اور خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔

مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ کا فکر وفن اور کردار وعمل ہم سب کے لیے نمونہ ہے:امیر شریعت

دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ پر منعقد یک روزہ سیمینار سے حضرت امیر شریعت کا خطاب

دار العلوم دیوبند کے سابق مفتی مجاہد آزادی حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی کی شخصیت کی مختلف جہتیں تھیں، وہ ایک بلند پایہ فقیہ بھی تھے،اور عظیم دانشور بھی ، بے مثال محقق ومصنف بھی تھے اور حقیقت پسند صحافی بھی ۔انہوں نے نصف صدی تک دار العلوم دیوبند میں تدریسی وفقہی خدمات انجام دیں اور ایک شفیق استاذ اور کہنہ مشق مفتی کی حیثیت سے مشہور ومعروف رہے۔ان کی انہیں ہمہ گیر شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز احمد صاحب سابق چیئر مین بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ نے مورخہ ۲۲/نومبر ۲۰۲۲ء کو ضلع دربھنگہ کے موضع سوبھن ، لال شاہ پور میں یک روزہ تاریخ ساز سیمینار مدرسہ اصلاح البنات میں منعقد کرایا۔جس کی صدارت امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی نے فرمائی۔اس سیمینار میں نیپال، یوپی ، مہاراشٹر، جھارکھنڈ کے علاوہ بہار کے اکثر اضلاع سے ساٹھ سے زیادہ ممتاز اہل قلم اور ارباب فکر ونظر مقالہ نگاروں اور دانشوروں نے شرکت کی۔اس سیمینار کی ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ مقالہ نگاروں کے نگارشات کو داعی سیمینار نے کتابی صورت میں طبع کرا کر حضرت امیر شریعت و دیگر علماء کے ہاتھوں رسم اجراء بھی کرائی اور سیمینار کے شرکاء کو ہدیہ میں پیش کر دیا۔اس لیے سیمینار میں مقالہ نگاروں نے مقالات کی تلخیص پر ہی اکتفاء کیا۔اس موقع پر اپنے صدارتی خطاب میں حضرت امیر شریعت مدظلہ نے داعی سیمینار کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کے علم وفن، تحقیق وریسرچ اور مداومت کے ساتھ کام انجام دنے والی خصوصیات کو اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب، قاضی شریعت مرکزی دار القضاء مولانا محمد انظار عالم قاسمی ، قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی ، نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ، مولانا اختر امام عادل قاسمی بانی ومہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف ، مولانا محمد ناظم صاحب پٹنہ، جناب احمد سجاد صاحب، مفتی ریاست علی قاسمی اعظم گڑھ، مولانا انصار احمد مؤ، مفتی عین الحق امینی قاسمی، مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ، مولانا مفتی ارشد علی رحمانی قاضی شریعت مہدولی دربھنگہ، مولانا محمد عمران قاسمی قاضی شریعت بالا ساتھ سیتا مڑھی، مولانا عبد القیوم رحمانی نیپال، جناب صفی اختر صاحب دہلی، مولانا رضوان احمد ندوی معاون مدیر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ، مولانا نظر الہدیٰ قاسمی ویشالی، مولانا محمد منہاج عالم ندوی امارت شرعیہ، مولانا نصیر الدین مظاہری امارت شرعیہ، جناب حافظ امتیاز رحمانی وغیرہم نے اپنے مقالات کی تلخیص پیش کی۔

سیمینار کے داعی مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز احمد صاحب نے کلمات تشکر پیش کرتے ہوئے حضرت مفتی ظفیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وفکری اور فقہی خدمات کا مختصر مگر جامع جائزہ پیش کیا۔انہوں نے آئندہ حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ پر سیمینار منعقد کرنے کا اعلان بھی کیا اور مقالہ نگاروں سے اپنے گراں قدر رشحات قلم بھیجنے کی درخواست کی۔سیمینار کی نظامت مولانا محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ اور جناب حافظ محمد امتیاز رحمانی جامعہ رحمانی مونگیر نے انجام دی اور نہایت سلیقہ اور حسن ترتیب سے نظم و ضبط کو برقرار رکھا۔استقبالیہ کلمات جناب انجینئر فخر الدین قمر نے پیش کیا۔اس سیمینار کو کامیاب بنانے میں المدد ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ اور مدرسہ اصلاح البنات سوبھن دربھنگہ کے ذمہ داران ، اساتذہ وطلبہ نے بڑی محنت وجد وجہد کی۔شہر دربھنگہ اور موضع سوبھن کے اصحاب فکر ودانش نے مہمانوں کا بھرپور اکرام کیا۔آخر میں یہ سیمینار حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر ۳/بجے سہ پہر اختتام پذیر ہوا۔

ادھر متوجہ ہوں!

مدرسہ معین الغرباء ناصری گنج ضلع روہتاس (بہار)

مدرسہ ہٰذا ایک قدیم مشہور ومعروف تعلیمی ادارہ ہے،اس ادارہ میں صدر مدرس کے لئے ایک ذی استعداد و باوقار عالم دین کی ضرورت ہے،حسب لیاقت معقول تنخواہ دی جائے گی ،شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) دار العلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور یا دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے فارغ التحصیل ہوں (۲) کم از کم پانچ سال کی تدریسی تجربات ہوں (۳) کتابی وعلمی قابلیت کے ساتھ ساتھ تقریری صلاحیت کے بھی مالک ہوں (۴) عالم ، حافظ وقاری کے ساتھ ساتھ مفتی بھی ہوں تو بہتر ہے،انہیں ترجیح دی جائے گی۔

صدر مجلس منتظمہ مدرسہ ھٰذا

9162014198

سکریٹری: 6203411626/7654009858

اپنے معاملات اللہ اور رسول کے فیصلہ کے مطابق حل کرانا ہم سب کی شرعی ذمہ داری: حضرت امیر شریعت

مدرسہ عارفیہ سنگرام، مدھوبنی میں دار القضاء کا قیام اور قاضی کی تقرری کے موقع پر اجلاس عام سے علماء کرام کا خطاب

اللہ کا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر ایسا موقع دیا کہ ایسی مجلس میں شرکت کرسکوں جہاں آپ کے سامنے ابھی دو بہت خوبصوت منظر سامنے آیا، ایک طرف تو اس مدرسہ کے فارغین کے سر پر دستار باندھی گئی کیوں کہ انہوں نے قرآن کے حفظ کو مکمل کرلیا ہے اور دوسری جانب یہاں دار القضاء کا قیام بھی عمل میں آیا اور یہاں کے قاضی شریعت بھی متعین ہو گئے ۔سبحان اللہ بحمدہ سبحان اللہ العظیم ۔اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد میں شکر گزار ہوں جناب مولانا صفی الرحمٰن ممتاز صاحب کا، جناب مولانا مفتی انوار صاحب کا، جناب مکھیا عبد الرشید صاحب، جناب مولانا منتظر قاسمی، جناب مولانا عمران مظاہری صاحب اور جناب مولانا اسعد ندوی صاحب کا اور آپ تمام لوگوں کا جنہوں نے مجھے یہاں دعوت دی۔ بارک اللہ فیکم جمیعاً

اصل میں آج کی مجلس میں صرف قرآن کی بات ہونی چاہئے، کیوں کہ آپ کے سامنے حفاظ کے سر پر دستار باندھی گئی ہے۔اصل میں آج کی پوری تقریب صرف اسی کے لیے ہونی چاہئے، لیکن ہم لوگوں نے دو پروگرام کو ایک ساتھ ملا دیا ہے، الحمد للہ یہ بھی بڑا اچھا ہوا ہے۔سب سے پہلے مبارک باد کے مستحق ہیں ان حفاظ کے والدین، جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی قربانیوں کو قبول فرمائے، آپ سب نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو اپنے سے دور کر کے اللہ کی کتاب کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان کو مدرسے میں بھیجا۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا خوب خوب بدلہ دے۔اس کے بعد سب سے زیادہ مبارک باد کے مستحق یہاں کے اساتذہ ہیں جنہوں نے بڑی جانفشانی اور محنت کے ساتھ ان بچوں کو حافظ قرآن بنایا۔ہم سب کو چاہئے کہ ہم اپنی دعاؤں میں ان اساتذہ کو ہمیشہ یاد رکھیں ۔ یہ باتیں امیر شریعت بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے مورخہ 21 نومبر کو مدرسہ عارفیہ سنگرام میں دستار بندی حفاظ کرام اور قیام دار القضاء کی مناسبت سے منعقد اجلاس میں اپنے صدارتی خطاب کے دوران کہیں ۔آپ نے حفاظ کرام کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا معرکہ سر کرلیا ہے، اب آپ کے لیے ضروری ہے کہ یہاں پر نہ رکیں، آپ نے حفظ مکمل کرلیا ہے، آپ نے قرآن کو اپنے سینے میں محفوظ کرلیا ہے اب آپ کے لیے ضروری ہے کہ اس کے فہم سے اپنے ذہن اور دل کو منور بھی کریں۔اس کے لیے آپ کو ضرورت پڑے گی کہ آپ عربی سیکھیں، آپ عالم بنیں، اس لیے آپ رکیے گا مت، بلکہ اس کے بعد کے سفر کو جاری رکھئے گا، دار القضاء کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ قاضی آج کے زمانے میں صرف وہ شخص نہیں ہے جس کے پاس صرف آپ اپنے جھگڑے کو حل کرانے کے لیے آئیں، بلکہ قاضی ایک عالم، فقہ وفتاویٰ کا ماہر اور آپ کے دیگر شرعی و دینی مسائل کا حل کرنے والا بھی ہے، اس لیے اپنی زندگی سے متعلق کوئی بھی مسئلہ معلوم کرنا ہو تو آپ قاضی سے رابطہ کر سکتے ہیں ۔آپ نے دار القضاء کی قانونی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ دار القضاء کا قیام آئین ہند اور ہندوستانی قانون کے مطابق ہوا ہے، یہ کوئی متوازی کورٹ سسٹم نہیں ہے، بلکہ اقلیت کو جو آزادی آئین کے اندر دی گئی ہے، اس کے تحت بنایا گیا ادارہ ہے۔دار القضا کے قیام کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس دار القضاء کے قیام سے ہم سرکاری عدالتوں کا تعاون کر رہے ہیں اور اس کے بوجھ کو کم کر رہے ہیں ۔آپ نے لوگوں کو پیغام دیا کہ وہ مسلک، ذات برادری اور دیگر تفریقات کو ختم کر کے آپس میں مل جل کر رہیں ۔اور اگر کوئی تنازع ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کے حکم کے مطابق دار القضاء سے حل کرائیں ۔یہ بڑا اہم اور قیمتی کام ہے، ہمارے معاملات ہم لوگ خود حل کریں، ہمارے جھگڑے قرآن وحدیث کے اور اللہ کے حکم کے مطابق حل ہوں یہ ہم سب کی شرعی ذمہ داری اور جواب دہی ہے اور دار القضاء کا قیام اس کی طرف ایک مضبوط قدم ہے۔مجھے امید ہے کہ آپ تمام حضرات جو اس علاقہ اور اس دار القضاء کے دائرہ کار میں آتے ہیں، نہ صرف اس کی بھرپور تائید، مضبوط حمایت اور دل کھول کر تعاون کریں گے، بلکہ پورے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ اپنے آپسی معاملات یہاں لائیں گے اور قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ کرائیں گے۔آپ نے مسلمانوں کو پیغام دیا کہ وہ اپنے تمام افعال واعمال میں آخرت کا مضبوط تصور قائم کریں۔آپ نے لوگوں کو جھوٹ، تعصب اور دیگر سماجی برائیوں سے دور رہنے کا بھی پیغام دیا۔

نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی صاحب نے مدارس کی اہمیت وضرورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ دینی مدارس ہندوستان میں اسلام کی بقاء اور تحفظ کا بہترین ذریعہ ہیں۔ان مدارس سے تعلیم کی جو روشنی پھیلی اس نے پورے عالم کو روشن کیا ہے۔ملک کے چپے چپے پر موجود ان مدرسوں سے فارغ ہونے والے علمائے کرام اور اہل علم نہ صرف دینی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے ہیں بلکہ ملک میں تعلیم کے فروغ کا خوب کام کر رہے ہیں۔اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا کہ اس ملک میں اسلام کی بقاء میں ان مدرسوں نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔آپ نے کہا کہ حکومت کو دینی مدارس کا شکر گذار ہونا چاہئے، کہ یہ نہ صرف تعلیمی ضرورت پورا کرتے ہیں، بلکہ ملک میں امن وآشتی کی فضا قائم کرنے میں ابھی ان کا اہم رول ہے۔مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی قاضی شریعت مرکزی دار القضاء نے کہا کہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ امارت شرعیہ کا نظام قضاء سو سالوں سے امت کے مسائل کا حل کر رہا ہے، اور پریشان حال لوگوں تک منصفانہ وعادلانہ انداز میں اسلام کے نظام عدل کو پہونچا رہا ہے۔آپ نے کہا کہ کار قضاء امارت شرعیہ کی بنیاد ہے۔پورے ہندوستان میں نظام قضاء امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ذریعہ پھیلا ہے۔نظام قضاء اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، اس کو پھیلانا اور اس کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے کہا کہ کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات سب کے لیے یکساں ہیں، جس طرح ایک مسلمان کی جان محترم ہے اسی طرح غیر مسلم کی جان بھی محترم ہے، جس طرح ایک مسلمان کی جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت ضروری ہے اسی طرح برادران وطن کی جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت بھی ہمارے لیے ضروری ہے، انہوں نے کہا کہ جو زندگی اللہ نے دی ہے وہ بہت قیمتی اور اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے اس نعمت کی قدر کریں اور اس کو نیکی کے کاموں میں، آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے اور سماج کو فائدہ پہونچانے میں خرچ کریں ۔انہوں نے شادی بیاہ میں فضول خرچی، جہیز اور تلک جیسی برائیوں سے دور رہنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے، ضرورت مندوں کی ضروت میں کام آنے کی تلقین کی۔مولانا مفتی محمد سہراب ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے ایک امیر شریعت کی ماتحتی میں زندگی گزارنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اللہ رسول کی اطاعت کے بعد امیر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔اس لیے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی انفرادی واجتماعی زندگی شریعت کے مطابق ایک امیر کی ماتحتی میں گزاریں۔

اجلاس میں مولانا محمد شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت مرکزی دار القضاء، مولانا رضوان احمد مظاہری قاضی شریعت یکہتہ مدھوبنی، مولانا امداد اللہ قاسمی قاضی شریعت مدرسہ فلاح المسلمین گواپوکھر مدھوبنی، مولانا عبد الباسط رحمانی قاضی شریعت مدرسہ تعلیم القرآن بھیم پور مدھے پور، مدھوبنی نے بھی خطاب کیا اور اپنے خطاب میں لوگوں کو پیغام دیا کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں اور اپنے معاملات بالخصوص نکاح، طلاق، وراثت، عورتوں کے حقوق، ودیگر خاندانی ومعاشرتی مسائل کا تصفیہ شریعت اسلامی کے مطابق دار القضاء کے ذریعہ کرائیں، اجلاس میں مولانا سلطان صاحب کی بطور قاضی تقرری کا اعلان بھی حضرت امیر شریعت مدظلہ نے کیا اور اپنے ہاتھ سے ان کے سر پر دستار قضاء باندھی اور ان کو سند قضا دیتے ہوئے تلقین کی کہ موصوف فریقین اور گواہان کے بیانات کی سماعت کے بعد ان کے درمیان باہمی رضا مندی سے مصالحت کرانے کی کوشش کریں گے، اگر معاملہ صلح پر حل ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ معاملہ کی مسل کو تصفیہ کے لیے مرکزی دار القضاء ارسال کریں گے۔آپ نے ان کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ ہر معاملہ پر مکمل غور وفکر کریں، کسی شریف کی حمایت ان کی شرافت کی وجہ سے اور کمزور پر ظلم ان کی کمزوری کی وجہ سے نہ کریں۔اور میں ان کو تمام ظاہری اور باطنی معاملات میں اللہ کی اطاعت اور اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہوں، نیز مامورات کو بجالانے اور منہیات سے بچنے کی تاکید کرتا ہوں۔اللہ ہی توفیق دینے والا اور معین ومددگار رہے۔

اجلاس کا آغاز قاری وسیم اکرم استاذ مدرسہ عارفیہ سنگرام کی تلاوت کلام پاک سے ہوا نعت شریف محمد توفیق عالم متعلم مدرسہ عارفیہ سنگرام نے پڑھی۔نظامت کے فرائض جناب مولانا اسعد ندوی صاحب ململ مدھوبنی نے انجام دیے۔آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر اجلاس کا اختتام ہوا۔اجلاس میں شرکت کرنے والوں میں جناب مولانا صفی الرحمٰن ممتاز صاحب، جناب مولانا مفتی انوار صاحب مہتمم مدرسہ عارفیہ سنگرام، جناب مکھیا عبد الرشید صاحب، جناب مولانا منتظر قاسمی، جناب مولانا عمران مظاہری صاحب، جناب حافظ احتشام رحمانی صاحب، جناب شعیب عالم قاسمی مبلغ امارت شرعیہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔اجلاس کو کامیاب وبامقصد بنانے میں بھی ان حضرات کا اہم رول رہا۔

اصلاح کا عمل اپنے گھر سے شروع کریں

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

اصلاح معاشرہ کا خوبصورت لفظ آج نہ جانے کتنے حلقوں میں بار بار استعمال ہو رہا ہے اور نہ جانے کتنی انجمنیں اور جماعتیں اسی مقصد کے لئے قائم ہیں روزانہ کتنے جلسے اور اجتماعات اسی کام کے لئے ہو رہے ہیں لیکن اس سب کے باوجود نتائج کو دیکھئے تو حالت یہ ہے کہ:

چل چل کے پھٹ چکے ہیں قدم اس کے باوجود
اب تک وہیں کھڑا ہوں جہاں سے چلا تھا میں

سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہے؟ یہ ساری اجتماعی کوششیں اتنی رائیگاں کیوں جا رہی ہیں؟ اصلاح حال کی کوئی جدوجہد کامیاب کیوں نہ ہو رہی ہے؟ لہٰذا اس صورت حال سے ایک ہی نتیجہ نکل سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''اصلاح معاشرہ'' کے نام پر کی جانے والی ان کوششوں کا رخ صحیح نہیں ہے، ان کوششوں میں وہ صفات نہیں پائی جاتیں جو اللہ جل شانہ کی رحمت ونصرت کو متوجہ کرسکیں اگر ہماری یہ کوششیں صدق واخلاص کے ساتھ صحیح رخ پر اور درست سمت میں ہوتیں تو ممکن نہیں تھا کہ اللہ جل شانہ کی مدد شامل حال نہ ہوتی اور ان کے بہتر نتائج برآمد نہ ہوتے، اگر اس نقطۂ نظر سے ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں تو حقیقت یہ نظر آئے گی کہ اصلاح معاشرہ کے نام کی جانے والی یہ کوششیں اتنے عیوب ونقائص سے پر اور اصلاح کے لوازم سے اتنی عاری ہیں کہ ان کو صحیح معنی میں اصلاح کی کوشش کہنا ہی غلط ہے، مثلاً ہمیں ان کوششوں میں یہ بات تقریباً مشترک نظر آتی ہے کہ ہر جگہ اصلاح کا آغاز دوسروں سے کرنے کی فکر ہے، اصلاح حال کے لئے ہمارا ہر وعظ ہماری ہر نصیحت اور ہماری ہر اپیل دوسروں کے لئے ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ معاشرہ کے چلے ہوئے نظام میں ہر مشکل تبدیلی دوسرے کے گھر سے شروع ہو اور یہ خیال شاذونادر کسی کو آتا ہے کہ زندگی میں تبدیلی لانے کا فریضہ ہم پر بھی عائد ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر میں جو دلکش انقلاب برپا فرمایا اور 23 سال کی مختصر مدت میں معاشرے کی کایا پلٹ کر رکھ دی، اس کا طرز وانداز ہمارے اس طرز عمل کے بالکل برعکس تھا وہاں ہر اصلاح کا آغاز سب سے پہلے اپنی ذات، اپنے گھر اور اپنے خاندان سے ہوتا تھا، وہاں زبانی وعظ ونصیحت سے زیادہ سیرت وکردار اور عملی زندگی کے ذریعہ دوسروں کو دعوت دی جاتی تھی، وہاں اچھے برے کے لئے الگ الگ پیمانے نہیں تھے وہاں اصلاح معاشرہ کی مہم معاشرے میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لئے نہیں چلائی جاتی تھی بلکہ اس کا منشاء واقعتاً دردسوز کے ساتھ لوگوں کی صلاح وفلاح کی فکر ہوتی تھی، اسی کا نتیجہ تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے معاشرے سے وہ ساری بدعنوانیاں کافور ہوگئیں، جنہوں نے انسانوں کی زندگی کو جہنم بنا کر رکھ دیا تھا اور برباد کر دیا تھا، آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہمیں ساری خرابیاں اپنی ذات اور اپنے گھر سے باہر نظر آتی ہیں، اسی پر تنقید وتعریض کرنے ان کو ہدف ملامت بنائے اور اس کی بناء پر دوسروں کو برا بھلا کہنے میں ہمارا سازو بیان صرف ہوتا ہے لیکن یہ خیال کبھی مشکل ہی سے آتا ہے کہ ہماری ذات اور ہمارا گھر بھی کسی تبدیلی کا محتاج ہے، دیندار سے دیندار افراد کا حال یہ ہے کہ ان کے گھر کا ماحول رفتہ رفتہ زمانے کی بری ہواؤں سے متاثر ہو رہا ہے اور وہ ایک ایک کر کے مغربی تہذیب کی تمام لعنتوں کے آگے سپر ڈالتے جا رہے ہیں، گھر کی خواتین کے دل سے پردہ کی اہمیت کا احساس اٹھ رہا ہے مگر انہیں فہمائس کرنے کی بجائے چشم پوشی سے کام لیا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ گھر گھر بے پردگی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے اولاد کمانے کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرتی ہے تو اس کو ٹوکنے کے بجائے عملاً اس کی ہمت افزائی کی جاتی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ رفتہ رفتہ حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اور حرام کمائی سے نفرت کا کوئی شائبہ دل میں باقی نہیں رہا۔

لازم ہے کہ وہ آگے بڑھنے سے پہلے خود اپنے اور اپنے گھر کے حالات کا جائزہ لیں، ایک مرتبہ ہمت کر کے اپنے گھروں کو ان لعنتوں سے پاک کر ڈالیں جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں، اس کے بعد جب وہ اصلاح کی مہم لیکر آگے بڑھیں گے تو نہ صرف یہ کہ ان کی بات میں اثر ہوگا بلکہ ان کا ایک ایک عمل اور ایک ایک انداز لوگوں پر اثر انداز ہو سکے گا، ورنہ یہ قوم وعظ اور بے روح اپیلیں مدت دراز سے سن رہی ہے ان بے روح اپیلوں میں یہ طاقت نہیں کہ وہ وقت کے دھارے کو موڑ سکیں۔

ہندوستان میں اسلام کیسے پھیلا

حافظ عبد العظیم عمری

636ء کے قریب مسلم عرب ہندوستانی ساحلوں تک بغرض تجارت پہونچے، اسلام بنیادی طور پر ایک تبلیغی مذہب ہے چنانچہ ان کے آنے سے یہاں کے قدیم باشندے اسلام سے متاثر ہوئے اس کے بعد محمود غزنوی کی آمد ہوئی اسلامی فوجوں کے ساتھ ساتھ اہل اللہ کا ورود بھی ہوا اور قلندر صفت درویش بھی ہندوستان آئے جن کے آنے کے بعد تو ہزاروں کی تعداد میں اس ملک کے رہنے والوں نے دولت دین سے اپنا دامن بھرا اور اس طرح مسلسل جد وجہد اور ذاتی روابط سے اسلامی تعلیمات اور فلسفے کو ہندوستان میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا، جس سے انفرادی واجتماعی اصلاحات عمل میں آئیں۔(مذاہب عالم اور اسلام ص 36) برصغیر میں اسلام سب سے پہلے ان عرب تاجروں کے ذریعہ پہونچا جو ایک حیات آفریں تہذیب وتمدن مؤثر شخصیت اور دل پذیر اخلاق وکردار سے مالا مال تھے، پہلے تو یہ صرف تجارتی سامان لے کر مالا بار اور جنوب کے ساحلی علاقوں میں آیا جایا کرتے تھے، لیکن جب فاران کی چوٹی سے آفتاب اسلام طلوع ہوا اور اس کی ضیا پاشیوں سے عرب کا ذرہ ذرہ منور ہوگیا تو وہ عرب جو یہاں بغرض تجارت آیا جایا کرتے تھے وہ صرف تاجر نہیں رہے بلکہ اسلام کے داعی اور مبلغ بھی بن گئے اور یہاں جو چیزیں منتقل کیا کرتے تھے ان میں اسلام کی بیش بہا دولت بھی شامل تھی، جسے وہ بغیر کسی صلہ کے ہر ملنے جلنے والے کو پیش کیا کرتے تھے۔(دعوت اسلامی ہندوستان میں ص 10) اس وقت ہندوستان کا معاشرہ ذات پات، اونچ نیچ اور رنگ ونسل کے امتیاز پر قائم تھا مخصوص طبقوں کو خصوصی مراعات حاصل تھیں، جس کی پشت پناہی نام نہاد مذہب کر رہا تھا، دوسری طرف اچھوت ہر قسم کے انسانی واخلاقی حقوق سے نہ صرف محروم تھے بلکہ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کر رہے تھے۔ چنانچہ جب اسلام آیا اور مسلمان تاجروں نے اپنی معاشرت اور کردار سے اعلیٰ انسانی اخلاق، اصول مساوات و اخوت کا علمی نمونہ پیش کیا تو ان اچھوتوں نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا اور رفتہ رفتہ بڑے بڑے راجہ اور مہاراجہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔(تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں ص 45) ایک مشہور بات یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے اس زمانہ کے راجہ نے معجزۂ شق القمر کا بچشم خود معائنہ کیا تھا اور وہ تحقیق حال کے لئے عرب کے سفر پر روانہ ہوگیا تھا لیکن واپس نہ آسکا۔(دعوت اسلامی ہندوستان میں ص 13)

ہندوستان کے مشرقی ساحل پر بھی عرب تاجر دسویں صدی میں پہونچ چکے تھے وہ یہاں بلا تکلف شادی بیاہ کر لیتے جس سے ان کی آبادی بڑھتی رہی اور ان کی معاشرت اور عبادت کو دیکھ کر وہاں کے اصلی باشندے متاثر ہوتے اور اسلام کے حلقہ میں داخل ہوجاتے۔ پنڈت جواہر لال نہرو نے اس تاریخی حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے ''شمالی مغرب سے اسلام کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں کافی اہمیت رکھتی ہے۔اس نے ان خرابیوں کو جو ہندو سماج میں پیدا ہوگئی تھیں۔یعنی ذاتوں کی تفریق، چھوت چھات اور انتہا درجہ کی خلوت پسندی کی خرابیوں کو بالکل آشکارا کر دیا۔اسلام کے اخوت کے نظریے اور مسلمانوں کے عملی مساوات نے ہندؤں کے ذہن پر بہت گہرا اثر ڈالا۔خصوصاً وہ لوگ جو ہندو سماج میں برابری کے حقوق سے محروم تھے، اس سے بہت متاثر ہوئے۔(تاریخ دعوت و جہاد برصغیر کے تناظر میں ص 46)

پہلی صدی ہجری میں سندھ پر محمد بن قاسم کا حملہ ہوا جو اس علاقہ میں اسلام کے تعارف اور فروغ کا بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوا۔محمد بن قاسم کی سرکردگی میں جو عرب فاتحین دعاۃ ہندوستان میں داخل ہوئے ان کی سرگرمیاں سندھ اور پنجاب کے جنوبی حصے سے آگے نہیں بڑھ سکیں اور اسی لئے اس وقت اسلام ان علاقوں کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا تھا یہ اور بات ہے کہ اس کی روشنی چھن چھن کر کچھ اور علاقوں تک بھی پہونچتی رہی، لیکن اس حالت پر ایک زمانہ گزرنے کے بعد حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ اس کے نتیجے میں اسلام کی شعاعیں ہندوستان کے جنوب وشمال اور مشرق ومغرب میں ہر جگہ بہت تیزی کے ساتھ پھیل گئیں اور دنیاوی حیثیت سے بھی مسلمانوں کو یہ عروج نصیب ہوا کہ ان کا جھنڈا ہر جگہ لہرانے لگا اور صدیوں تک لہراتا رہا۔ یہ موڑ ترک اور مغل طالع آزما فاتحین کی ہندوستان پر تگ وتاز سے پیدا ہوا۔محمود غزنوی، محمد غوری اور بابر وغیرہ جیسے کشور کشا مختلف اوقات میں درہ خیبر اور شمال مغرب سے ہندوستان پر آئے اور اپنی چھوٹی بڑی، عارضی یا مستقل حکومتیں قائم کیں، جو ان کے بعد ان کی نسلوں میں منتقل ہوتی رہیں یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آگیا کہ اب پورا ہندوستان مسلمانوں کے زیر نگیں تھا۔اس بات سے کوئی بھی اختلاف نہیں کر سکتا کہ تاریخ کا یہ موڑ بہت سے پہلوؤں سے اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوا مقام حکومتوں کی شکست وزوال اور ان کی جگہ پر مسلم حکومت کا قیام بجائے خود ایک دعوت فکر تھا، جس نے یہاں کے بہت سے صاحب شعور اور صالح فطرت انسانوں کو اپنے حال وقال پر غور وفکر کرنے پر مائل کر دیا اور اس نتیجہ کے طور پر ان میں بہت سے لوگ بہ رضا و رغبت مشرف بہ اسلام ہوئے، نیز مسلمان سلاطین میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کے طریق زندگی اور طرز حکومت میں اسلامی تعلیمات کی پوری نہ سہی، کچھ نہ کچھ جھلک ضرور نمایاں رہی ہے اور اس سلسلہ میں ترک سلاطین میں قطب الدین، شمس الدین التمش، ناصر الدین بلبن اور فیروز تغلق کا اور لودھی خاندان کے سلاطین میں سکندر لودھی اور سوری خاندان میں شیر شاہ سوری اور مغل حکمرانوں میں شاہجہاں اور اورنگ زیب عالمگیر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(دعوت اسلامی ہندوستان میں ص 18-17) ان حکمرانوں کی وجہ سے داعیان دین اور علماء ومشائخ کو یہاں کھل کر کام کرنے کا موقعہ ملا ان ہی کے سہارے اس سرزمین میں اسلام پھل پھول سکا اور انہی کی بدولت مبلغین اسلامی کی کوششیں بار آور ہوتی گئیں، ان مسلمان بادشاہوں نے جہاں ہندوستان کے قدیم معاشرہ کو توجہ کے بیش قیمت تصور اور اسلامی اخوت ومساوات کے گرانمایہ تحفہ سے نوازا وہیں یہاں کے مذہبی عقائد کے احترام کے ساتھ ستی کی لرزہ خیز اور مہیب رسم کی اصلاح میں بھی حصہ لیا۔(تاریخ دعوت وجہاد برصغیر کے تناظر میں ص 50-49)

مرور ایام کے ساتھ ساتھ مسلم سلاطین کی غفلت سے دعوت اسلامی کے قافلۂ تیز گام کی رفتار میں سستی آگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تبلیغ کیلئے صوفیاء ومشائخ کو کھڑا کیا چنانچہ وقتاً فوقتاً یہ لوگ دعوت کے میدان میں سرگرم عمل رہے، ایک طرف خواجہ معین الدین چشتیؒ نے دوسری طرف بابا فرید الدین گنج شکر نے، کہیں حضرت نظام الدین اولیاء نے تو کہیں حضرت شاہ کلیم اللہ جہاں آبادی نے غرض ان بزرگوں نے اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی استقامت اور اپنے نفس گرم سے پھر لوگوں میں ایمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص وللّٰہیت جذبۂ اتباع سنت اور فکر آخرت پیدا کر دیا۔(مختصر از: تاریخ دعوت وجہاد برصغیر کے تناظر میں ص 71 تا 74)

ان اولیاء اللہ کی زندگیاں ہمیں یہ پیغام دے رہی ہیں کہ اگر ہم بھی دعوت وتبلیغ کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اسلام کے پیغام کو غیر مسلموں تک پہونچائیں تو ملک کی فضا خوشگوار ہوسکتی ہے۔

سوشل میڈیا اور بچے

مقبول احمد

مسلمانوں کے لئے سوشل میڈیا کے اس پرفتن دور میں بچوں کی تربیت پہ ایک سوالیہ نشان لگا ہوا ہے۔ بہت ہی کٹھن اور سنگین سوال ہے۔ بچوں کی فطرت میں ضد ہے اگر ہماری غفلت سے اسے سوشل میڈیا کے استعمال کی ضد ہوگئی تو والدین کیا پوری دنیا کی طاقت اسے اس ضد سے دور نہیں کر سکتی پھر اس کی جوانی، بڑھاپا اور پوری زندگی برباد ہوجائے گی۔اس دور کا المیہ یہ ہے کہ بچے کی پیدائش پر ہی کھیلنے کے لئے نٹ موبائل ہاتھ میں تھما دیا جاتا ہے، یہ بچے جوں جوں موبائل سے مانوس ہوتے ہیں اس سے ان کی دلچسپی گہری سے گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ایک وقت آتا ہے کہ وہ تنہائی کا خوگر ہوجاتا ہے۔اسے پڑھائی میں دل نہیں لگتا، دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنا اور ان کے یہاں جانا پسند نہیں آتا وہ تنہائی چاہتا ہے۔نٹ والا موبائل اس کے ذہن کو اپنی مرضی کا سکون دیتا ہے۔ وہ جس قدر اس کا عاشق بنتا جائے گا اسی قدر اس کے اندر اخلاقی پستی، دیوانگی، چڑچڑاپن، اکیلا پن اور لایعنی اقوال وافعال کا رسیا ہوتا چلا جائے گا۔

اگر ہم اپنے بچوں کا بچپن بچانا چاہتے ہیں اور اسے تاریک زندگی کی بجائے روشن مستقبل دینا چاہتے ہیں تو ابھی سے ہی موبائل سے دور رکھنا ہوگا۔سطور ذیل میں مختصراً بچوں کی تربیت کی طرف رہنمائی کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہمارے بچوں کا بچپن محفوظ رہے اور اس کی جوانی وبڑھاپا اچھے ماحول میں گزرے۔

☆ تربیت اچھے اخلاق وتعلیم کی مسلسل محنت وعمل کا نام ہے۔اس اصول کو مدنظر رکھیں اور بچوں کی تربیت شروع کریں۔

☆ بچوں کی پہلی تربیت جسمانی ہے اسی سے اس کی شخصیت اور اس کا کردار نکھر کر سامنے آئے گا۔ اسلام نے صفائی پہ بہت دھیان دیا ہے اور صفائی کا اہتمام بچپن سے ہی ہونا چاہئے۔ جسمانی تربیت میں غسل کا پابندی سے اہتمام، کھانے اور پینے میں صفائی ستھرائی پہ مکمل نگہداشت بلکہ سوتے جاگتے ہاتھ اور چہرہ دھلنے اور دانتوں کی صفائی کرنے پہ مسلسل دھیان دیا جانا چاہئے۔

☆ سب سے اہم تربیت روحانی ہے۔ روحانی تربیت میں پہلی چیز توحید وعقائد سے آگاہ کرنا ہے اور اس کے برخلاف الحادی کام، شرکیہ اعمال اور کفر وضلالت سے تنفر دلانا ہے۔اس کام کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے بچے پہلے قرآن کی تعلیم حاصل کریں یا انگریزی تعلیم کے ساتھ گھر پہ قرآنی تعلیم کا بھی بندوبست کریں کیونکہ اکثر دیکھا جاتا ہے خالص انگریزی تعلیم اور اس ماحول میں رہنے والے قرآنی تعلیم اور اس کے احکام کو اہمیت نہیں دیتے۔ لہذا بچوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیشاب وپاخانہ کے آداب سے لیکر فرائض وواجبات تک کی تعلیم دی جائے۔

☆ بچوں کو دس سال کی عمر تک کم ازکم تیسواں پارہ حفظ کرادیں اور زیادہ سے زیادہ جتنا ممکن ہو اور منتخب ومختصر احادیث کا ایک مجموعہ جس میں چالیس سے لیکر سو احادیث تک ہوں ازبر کرائیں اور ضرورت کی مسنون دعائیں اور اذکار بھی یاد کرادیں۔

☆ یاد رکھیں بچے نقل چیں ہوتے ہیں وہ ماں باپ، دوست واحباب اور ماحول ومعاشرہ کی نقل اتارے گا اس لئے دینی تعلیم کے ساتھ اس کا حلقہ وماحول بھی دینی ہو اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے آپ کو اس کے لئے نمونہ بننا پڑے گا۔ ذہن میں گرہ لگالیں آپ جو کریں گے وہ بچوں کے ذہن کے کیمرے میں قید ہو رہا ہے اسے وہ دہرائے گا۔آپ کو موبائل استعمال کرتے ہوئے دیکھے گا تو موبائل استعمال کرے گا اور قرآن پڑھتے ہوئے دیکھے تو قرآن پڑھے گا۔عملی تطبیق کے لئے اپنے ساتھ نماز پڑھنے مسجد لے جائیں اور نماز میں اپنی صف میں بغل میں کھڑا کریں، اسے وضو کر کے دکھائیں، غسل کر کے دکھائیں اور صفائی کے دوسرے طریقوں پر مطلع کریں۔ رمضان میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو روزہ رکھوائیں وغیرہ۔ اخلاق کریمہ سے واقف کرائیں مثلاً سلام کرنا، چھینک پہ الحمد للہ کہنا، بڑوں کی تعظیم کرنا، والدین اور استاد کی خدمت کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا، سوتے جاگتے اور پیشاب وپاخانہ جاتے آتے ذکر کرنا۔اسی طرح برے اخلاق سے باخبر کر کے اس سے روکیں وغیرہ

☆ آخری بات یہ ہے کہ سوشل میڈیا کے استعمال سے بچوں کو جس قدر ہوسکے دور رکھیں۔کبھی بھی موبائل خرید کر اسے مستقل طور پر نہ دیں بطور خاص نٹ والا حتی کہ گیم کھیلنے کے لئے بھی نہیں۔ بچپن میں کھیل کود کی ضرورت ہے اس کے لئے گھر اور اچھے دوستوں میں کھیل کود کروائیں اسکول ے کھیل پروگرام میں مشارکت کروائیں یا قلم وکاغذ سے ایسی چیزوں کی مشق کرائیں جس سے اس کے ذہن کو بھی سکون ملے اور کچھ فائدہ بھی ہوجائے۔ اس پہ انعام مقرر کرلیں پھر دیکھیں سارا کھیل بھول کر آپ کی طرف متوجہ ہوجائے گی۔

میڈیا میں مسلمانوں کی حصہ داری

محمد علم اللہ-دہلی

اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں میڈیا نے بہت اہم رول ادا کیا ہے اوراس کا معاندانہ رویہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ آج بھی جاری ہے۔مسلمان اس سوئے ظن میں حق بجانب بھی ہیں۔لیکن دوسری طرف میڈیا جب اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہے تب بھی دنیا میں بدعقیدگی اور گمراہی کو عام ہی کررہا ہے کیونکہ ٹی وی اور ریڈیو پر نشر کی جانے والی فحاشیاں اور گمراہیاں ہر گھر میں ان ہی کے ذریعے عام ہو رہی ہیں۔اگرچہ یہ دیکھنے میں مسلمانوں کے خلاف سازش نہیں،لیکن اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔اس لئے زیادہ ضروری ہے کہ مسلمان اس کی روک تھام کے لئے اقدام کریں،اوراس کی روک تھام کی کوشش کریں کیونکہ مسلمان تو خیر امت ہے اورامر بالمعروف ونہی عن المنکر ان کی بنیادی ذمے داری ہے۔

ایسے حالات میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ میڈیا کی اس انسانیت مخالف تشہیری جنگ کے خلاف اقدام کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ اس کے ذریعہ ان کا مقصد ہی اسلام کو بدنام کرنے کی خاطر حربہ اپنانا،معاشرے میں بدتمیزی اورانارکی کوفروغ دینے کے ساتھ ساتھ بدعقیدگی اور کفروشرک پھیلا کر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنا ہے، یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں مختصراً میڈیا کی ایک جھلک قارئین سامنے پیش کردیں تاکہ اس کی تصویر مزید واضح ہو سکے۔

1۔اگر کہیں بم بلاسٹ ہوتو فوراً اسلامی تنظیموں کی فہرست سے نیوز چینلوں کو مزین کردیا جاتا ہے،لیکن جیسے ہی یہ انکشاف ہوتا ہے کہ یہ کام کسی ہندو تنظیم کا ہے تو فورا ’’مائی نیم از خان‘‘ کی خبر ’’بریکنگ نیوز‘‘ بن جاتی ہے۔اگر کوئی عام مسلمان چار شادی کرے تو بطور عیب اسے دکھایا جاتا ہے لیکن جب کوئی مشہور غیر مسلم نامور شخصیت دس دس رکھیل رکھے تو اس کا کوئی چرچا نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھار تو رکھیلوں کے لئے وہ باعث فخر بنا دیا جاتا ہے۔ جب کسی مسلمان کو بڑے جرم کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے تو اسے سبھی دہشت گرد تنظیموں کا دوست اور رشتہ دار بنادیا جاتا ہے لیکن جب دو یا تین دنوں بعد یہ انکشاف ہوتا ہے کہ سب جھوٹ تھا اوراس کی برأت کا حکومت اعلان کردیتی ہے تو اسے بریکنگ نیوز بنانا تو دور یا تو دکھایا ہی نہیں جاتا یا پھر فٹ لائن نیوز میں دو یا تین مرتبہ دکھا کر معاملہ کو ختم کردیا جاتا ہے۔اوراگر کبھی مجرم اور بم بلاسٹ کرنے والا غیر مسلم نکلتا ہے تو اس خبر کو یا تو غائب کردیا جاتا ہے یا اس شخص کو مسلمان بنادیا جاتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ساری دنیا یہی سمجھتی ہے کہ ہمیشہ مسلمان ہی ایسے کام کرتے ہیں اور وہی دہشت گرد ہوتے ہیں۔مسلمان اس سازش کا اس طاقت سے جواب نہیں دیتے جس قوت کے ساتھ یہ سازش کی جارہی ہے اور خود اپنے گلے میں بدنامی کا طوق ڈال لیتے ہیں،اگر جواب دیا بھی جاتا ہے تو اردو اخبارات اور مجلوں میں جنہیں خود مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور نہیں پڑھتا اور مسلمان اپنے جوابات دے کر خود ہی پڑھ کر خوش ہو جاتے ہیں۔

2۔کہیں گھریلو ماحول پر مبنی پروگرام بنائے جاتے ہیں،جن میں عورتوں کی آپسی لڑائی جھگڑے اور میاں بیوی کے درمیان اختلاف کیسے بڑھیں؟ اس کو دکھایا جاتا ہے،حالانکہ ظاہری مقصد،ان مفاسد کی روک تھام ہوتا ہے لیکن جس انداز سے دکھایا جاتا ہے اس سے لوگ سدھرنے کے بجائے اورزیادہ بگڑ جاتے ہیں۔اس لئے مرچ مسالہ بھی لگا دیا جاتا ہے کیونکہ موجودہ میڈیا کا مقصد برائی کو روکنا اور فحاشی کو ختم کرنا نہیں بلکہ فحاشی کو بڑھانا اور پیسہ کمانا ہے۔اگر غور کیا جائے تو موجودہ میڈیا اس آیت کے پیمانے پر کھرا اترتا ہے:اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ (المائدہ آیت:33)’’ان کی سزا، جولوگ اللہ اوراس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں‘‘ میں میڈیا کا پہلا چہرہ داخل ہو جاتا ہے جو اسلام یعنی اللہ اوراس کے رسول کی تعلیمات کو بدنام کرنے کی کوشش کررہا ہے۔اور وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا (سورہ المائدہ آیت33)’’اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں‘‘ میں میڈیا کا یہ چہرہ اور آگے ذکر ہونے والا چہرہ شامل ہو جاتا ہے۔اوران کے لئے سزا بھی اللہ نے سخت متعین کردی کہ ’’یہ ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں یا پھانسی چڑھادیے جائیں یا ان کے ہاتھ پیر مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا وہ ملک بدر کردیے جائیں، یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اوران کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔‘‘(سورہ المائدہ آیت 33)

اس میں وہ پروگرام اور سیریئل بھی آجاتے ہیں،جن میں فحاشی اور ننگے پن کو کھلے طور سے دکھایا جاتا ہے جسے بچے اور والدین ایک ساتھ مل کر دیکھتے ہیں۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچی بڑی ہوکر اپنے بوائے فرینڈ کو اپنے ساتھ گھر میں لے آتی ہے، جسے کئی والدین فیشن اور آزادی کا نام دیتے ہیں تو کوئی بول نہیں پاتے، کیونکہ یہ تربیت بچوں نے اپنے والدین کے ساتھ اور سیریل دیکھ کر ہی پائی ہے۔اسی طرح غریبوں کی عزت کو سر بازار ریلٹی شو کے نام پر خریدا اور بیچا جاتا ہے۔ان کی نجی زندگی میں جھانک کر میاں اور بیوی میں طلاق کرانا اور کسی کو پھانسی پر چڑھا دینا یہ ریلٹی شو کی خصوصیات رہی ہیں۔’’آپ کی کچہری‘‘ کے نام پر گھریلو جھگڑوں اور آپسی فسادات کو مشتہر کیا جانا اوران کو انصاف دلانے کے نام پر ساری دنیا کے سامنے ان کی عزت کو نیلام کردیا جاتا ہے۔کیا ضروری ہے کہ انصاف دنیا کے سامنے ذلیل کرکے اور دنیا کے سامنے لڑا کر دلایا جائے؟

3۔میڈیا نے بدعقیدگی کو پھیلانے اور بچوں کے ذہن کو کفروشرک سے بھرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ہم بچوں کے لئے آنے والے کارٹونز اور پروگرامز پر غور کریں کہ ان میں دکھایا کیا جاتا ہے؟ مشرکانہ کارٹونز میں دکھائی جاتی ہے اور کارٹون کے نام پر فحاشی بچوں کو دکھائی جاتی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:ما من مولود الا یولد علی الفطرہ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (بخاری:1270) ’ہر بچہ کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں‘‘۔اس حدیث کے معنی محدثین اور شارحین حدیث نے یہ بیان کیے ہیں کہ اگر یہودی کے گھر بچہ پیدا ہوتو وہ فطرت اسلام پر ہی رہتا ہے،اس کے اندر ابتداء میں اسلامی تعلیمات ہی اللہ رب العالمین کی طرف سے داخل کی جاتی ہیں،لیکن جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا جاتا ہے اوراس کے یہودی والدین اسے یہودیت کی تعلیم دیتے رہتے ہیں تو بالآخر وہ بڑا ہوکر یہودی بن جاتا ہے۔وجہ صرف یہ ہے کہ والدین اپنے بچوں پر دھیان نہیں دیتے کہ ان کا بچہ کیا دیکھ اور سن رہا ہے اور بچہ بڑا ہونے کے بعد اگر کبھی مشکل میں آجاتا ہے تو وہی شرکیہ کام کرتا ہے جو اس نے بچپن میں دیکھا اور سنا تھا۔اسی طرح ٹی وی پر آنے والے پروگرامز کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب کوئی بچہ ٹی وی پر بچپن سے بتوں کی پوجا ہوتے دیکھتا آتا ہے تو بڑے ہونے کے بعد اسے بت پرستی دیکھ کر دل میں معمولی حرکت تک پیدا نہیں ہوتی،کوئی برائی محسوس نہیں کرتا۔یہی وجہ ہے کہ بیشتر مسلمان اپنی دعوتی ذمے داری کو بھول چکے ہیں اور برائیوں کو دیکھ دیکھ کر سود اور شراب جیسی لعنت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایسے ماحول میں ضرورت ہے کہ مسلمان بھی اپنی دعوت عام کریں،اپنی حقیقی اور صاف وشفاف تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں اور بہتان تراشیوں کا کھل کر جواب دیں،آپ کے ذہن میں آئے گا کہ ہم تو یہ سب کررہے ہیں۔ہاں! ہم جواب بھی دے رہے ہیں،اسلام کی سچی تصویر پیش بھی کررہے ہیں اور دعوت الی اللہ کا کام بھی جاری ہے۔لیکن،کہاں؟ جمعہ کی تقریروں میں، جہاں سامعین صرف مسلمان ہوتے ہیں، جلسہ اور اجتماعات میں جہاں مسلمانوں کے علاوہ کوئی نہیں آتا؟ اردو اخباروں اور مجلّات میں، جنہیں عام انسان تو درکنار ہر مسلمان بھی نہیں پڑھ سکتا؟ ہماری مثال ایسی ہی ہے کہ انگریزی کے سوالیہ پرچہ کا جواب کوئی طالب علم دوسرے روز اردو کے جوابیہ پرچہ میں لکھ آئے گرچہ اس نے انگریزی کے پرچے میں کئے گئے سارے سوالات کا صحیح صحیح جواب لکھا ہو،لیکن اسے جہاں جواب دینا چاہیے تھا،وہاں جواب نہیں دیا تو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔الزام ہم پر الیکٹرانک میڈیا لگاتا ہے اور ہم جواب اپنے اسلامی جلسوں، اردو رسالوں اور اردو مجلوں میں دیتے ہیں۔

اس بات سے مجھے کوئی انکار نہیں کہ جلسہ اور جلوس کا یقیناً فائدہ ہوتا ہے اور جوابات بھی جس طرح سے دیئے جارہے ہیں۔ان سے مسلمانوں کو ضرور فائدہ ہوتا ہے اور کئی لوگ اپنے ملنے جلنے والے غیر مسلموں تک وہ جوابات پہنچا کر انھیں مطمئن بھی کردیتے ہیں۔لیکن لاتعداد افراد ایسے بھی ہیں، جن کا کوئی ملاقاتی مسلمان نہیں اور کئی ایسے مسلمان ہیں جن کا تعلق کئی غیر مسلموں سے ہے لیکن ان مسلمانوں کا تعلق اسلام سے نہیں بلکہ وہ اسلامی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ایسے افراد تک اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے ہم نے کیا کیا؟ جن کے ذریعہ اسلام کی غلط تصویر ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ پہنچائی جارہی ہے، جسے دیکھنے اور سننے کے بعد تو کئی لوگ مسلمانوں سے ملنا جلنا بھی پسند نہیں کرتے،ایسے میں مسلمانوں کے اوپر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ میڈیا کی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لیے جامع پالیسی تشکیل دیں۔میڈیا سے وابستہ افراد کی فنی تربیت اور میڈیا کو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے ایسے معیاری میڈیا انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے کی بھی ضرورت ہے، جو ایسے افراد تیار کرسکے، جو اسلامی تہذیب وثقافت کو پروان چڑھانے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔الیکٹرانک میڈیا کے میدان میں پیش رفت کے لیے موثر اور جامع حکمتِ عملی کی ضرورت ہے۔

اسلامی تحریکیں، میڈیا،ادارے اور مسلم تنظیمیں ہر سطح پر اس کے لیے بھرپور کردار ادا کرسکتی ہیں۔مسلم دنیا اگر مجوزہ سفارشات اور خطوط پر منظّم اور احسن انداز میں اقدامات کرے تو امت مسلمہ میڈیا کے محاذ پر درپیش چیلنج کا بھرپور اور موثر جواب دے سکے گی۔مسلمانوں کو مغرب کی اندھی تقلید اور نقالی نہیں کرنی چاہیے۔ٹی وی ڈراموں میں اسلامی تاریخ وثقافت کو پروان چڑھانا چاہیے۔اگر احساس زندہ ہوتو آج بھی مثبت اور تعمیری تفریح کو مسلم ممالک میں فروغ دیا جاسکتا ہے۔تعمیری، اصلاحی، تاریخی اور معلوماتی پروگرام تیار کرنے کی ضرورت ہے۔فلم کے میدان میں مصر،ایران اور ترکی نے خاصی ترقی کی ہے اور عالمی ایوارڈ بھی حاصل کیے ہیں۔ایسی فلمیں جو اصلاح وتطہیر کا فریضہ انجام دیں اور جن کے ذریعے اسلامی معاشرے میں تعلیم وتربیت کا عمل بڑھ سکے ان کو مسلم ممالک میں رواج دینے کی ضرورت ہے۔

مغرب کی یہ حکمت عملی رہی ہے کہ وہ امتِ مسلمہ کے جذبات کو آزمانے کے لیے پرنٹ والیکٹرانک میڈیا میں مسائل اٹھاتا رہتا ہے، اسلامی شعائر کی توہین کی جاتی ہے،تو مسلم دنیا میں احتجاجی مظاہروں کے ذریعے ہی ردِعمل سامنے آتا ہے۔لیکن میڈیا کے ذریعے اس کا جواب نہیں دیا جاتا۔مسلم دنیا کو الیکٹرانک میڈیا اور انٹرنیٹ پر اسلامی تشخص کو عام کرنے اور مغربی پروپیگنڈے کا موثر جواب دینے کے لیے اپنے دائرہ کار اور کاوشوں کو موثر اور منظّم انداز میں بڑھانے کی ضرورت ہے۔

مسلم ممالک اور مغرب میں موجود مسلم تنظیمیں بڑے محدود دائرے میں میڈیا کے شعبے میں کام کررہی ہیں۔مغرب نے جس سطح پر میڈیا سے کام لیا ہے، وہ مغربی ایجنڈا دنیا پر مسلط کرنے کے لیے خاصا کارگر ثابت ہوا ہے۔مسلم تنظیموں، اداروں اور تحریکوں کے لیے بے حد ضروری ہے کہ میڈیا کے لیے مناسب بجٹ مختص کریں، الیکٹرانک میڈیا بالخصوص ٹی وی چینلوں کو ہدف بنا کر کام کیا جائے، پروڈکشن ہاؤس کے ذریعے اینکر پرسنز اور پروڈیوسرز کی تربیت کا بندوبست کیا جائے، آیندہ 10 سال کا منظرنامہ سامنے رکھا جائے تو مسلم دنیا میں الیکٹرانک میڈیا میں ایسے افراد بڑی تعداد میں دستیاب ہوسکیں گے جو قومی اور دینی سوچ اور نظریاتی شناخت کے حامل ہوں گے۔

مسلم ممالک میں تنظیموں اور اداروں کو میڈیا تھنک ٹینک کا قیام عمل میں لانا چاہیے۔ایسے میڈیا تھنک ٹینک جو مغرب سے مکالمہ کرسکیں،امریکا اور یورپ کے میڈیا تھنک ٹینک اسلام مخالف پروپیگنڈے میں پیش پیش ہیں۔میڈیا تھنک ٹینک کے ذریعے مغربی پروپیگنڈے کا توڑ کیا جاسکتا ہے اور حالات وواقعات کی اصل تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خواتین سے خطاب

پروفیسر اخترالواسع

انسانیت کے لیے وہ کتنا مبارک ومسعود لمحہ تھا جب بی بی آمنہ کے بطن سے حضور سرور کائنات، فخر موجودات، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، والدہ کی محبت اور مامتا بھرے جذبات کی آغوش میں پروان چڑھے، گاؤں کی کھلی فضا میں پرورش کے لیے گئے تو دائی حلیمہ کی شفقت اور تربیت آپ پر سایہ فگن رہی، اس طرح بچپن میں ماں کا احترام اور ادب کرکے آپؐ نے ماں کو مقامِ عظمت عطا کیا جو نسل انسانی کی پہلی آغوش ہے۔

بے داغ جوانی کے عالم میں آپؐ نے عرب کی ایک معزز لیکن اپنے سے عمر میں بڑی خاتون سے شادی فرمائی، حضرت خدیجہؓ آپ کی پہلی زوجہ تھیں، بیوی کے ساتھ جو سلوک، محبت، تعلق اور لگاؤ رہا، اس کی اونچائی اور گیرائی کا یہ عالم تھا کہ جس سال وہ آپ سے جدا ہوئیں، آپ نے اس برس کا نام ہی عام الحزن (غم کا سال) رکھا اور پھر زندگی بھر نہ صرف حضرت خدیجہؓ کو یاد کرتے رہے، بلکہ ان کی سہیلیوں اور بہن کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کا مظاہرہ فرماتے رہے، بیوی کے ساتھ تعلق اور محبت کی یہ اعلیٰ مثال قائم کرکے اس کے حقیقی مقام کو آپؐ نے واشگاف کیا کہ میاں بیوی کی یہ خوشگوار زندگی ہی خاندان کی پہلی اکائی اور نسل انسانی کی اولین و بنیادی تربیت گاہ ہے۔

زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہ زہراءؓ کے شفیق باپ نے اپنی بیٹیوں کی تربیت اور ان کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی محبت وشفقت کے نمونے پیش فرمائے۔ اسلام و کفر کی پہلی جنگ جس میں دین وعقیدہ کی خاطر باپ بیٹے اور بھائی بھائی ایک دوسرے کے بالمقابل برسرپیکار تھے، مشرکین کی جانب سے قید ہوکر آنے والوں میں رسول اللہؐ کے داماد ابوالعاص بھی تھے، اپنی رہائی کے لیے فدیہ میں اپنی بیوی کا ہار پیش کیا، یہ وہی ہار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے اپنی بیٹی زینب کو دیا تھا، بیوی اور بیٹی کی یادگار سامنے تھی، صحابہؓ سے مشورہ کرکے آپ نے وہ ہار بیٹی کو واپس کرادیا، پھر حضرت زینبؓ کی بیٹی امامہ فتح مکہ کے موقع پر حالت سجدہ میں آپ کی پیٹھ پر چڑھ گئیں تو اپنی پیاری نواسی کو گردن سے اتارنے کے بجائے گود میں لیے نماز میں کھڑے ہوگئے، حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کو یکے بعد دیگرے اپنے رفیق حضرت عثمان غنیؓ کی زوجیت میں دیا اور حضرت رقیہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت عثمانؓ کو ہدایت فرمائی کہ وہ مدینہ میں ٹھہر کر ان کی تیمارداری کریں۔ حضرت فاطمہ زہراؓ تو آپؐ کی محبوب ترین بیٹی تھیں۔ سب سے چھوٹی اولاد، وہ آتیں تو آپؐ اٹھ کر انہیں اپنے قریب لاتے، اپنے پاس بٹھاتے، پیار و محبت سے ان کی پیشانی کو چوم لیتے، ان کی شادی اپنے قریبی عزیز اور محبوب چچازاد بھائی حضرت علیؓ سے کرائی، حضرت فاطمہؓ کو خواتین جنت کی سردار بتایا، ان کے بچوں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ بے انتہا شفقت ومحبت فرمائی اور اس طرح دکھایا کہ بیٹیوں کے شفیق باپ کیسے ہوتے ہیں۔

سماج میں عورت اور مرد دونوں کا یکساں مقام ہے، لیکن دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔ دونوں اپنی جگہ ادھورے ہیں اور ایک دوسرے سے مل کر مکمل ہوتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے لیے ناگزیر ہیں، لیکن جہاں کئی پہلوؤں سے مرد کی ذمہ داریاں دوچند ہیں، کئی دوسرے پہلوؤں سے عورت کا مقام مرد سے بلند بنادیا گیا ہے۔ یہ دونوں باتیں دونوں کی فطرت سے عین ہم آہنگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ اس کے تین بار سوال پر آپؐ نے ہر بار جواب میں فرمایا: تمہاری ماں، اور چوتھی بار سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: تمہارا باپ۔

عورت کی خصوصی اہمیت اور مرتبے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج کو تاکید فرمائی کہ وہ عورتو ں کے ساتھ حسن سلوک کی ان کی وصیت اور نصیحت قبول کرے، خواتین کے ساتھ اچھا رویہ اور بہتر سلوک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے بہتر ہونے کی پہچان اور معیار قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سب سے اچھے انسان وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے حق میں اچھے ہوں، آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں اپنی عورتوں کے حق میں تم میں سب سے اچھا ہوں۔

عورت ماں کی گود بلکہ رحم مادر کی پہلی منزل سے لے کر بڑھاپے کی آخری منزل تک ہر ہر قدم پر خصوصی اہمیت اور اچھے سلوک کی مستحق ہے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے اچھے اسلوب، خوب صورت مثالوں اور تاکیدی ہدایتوں کے ذریعہ واضح فرمایا ہے۔ پیدائش کے ساتھ ہی بچی سے نجات حاصل کرنے کے طریقوں کو نہ صرف انسانیت سوز بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا ہوا قرار دیا، لہٰذا پیدائش سے پہلے جنس کی تشخیص کرکے بچیوں کا اسقاط گھناؤنا جرم اور انسانیت سوز ذہنیت کا عکاس ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ان کے گھر پر ایک بھکاری عورت آئی، اس کے ساتھ دو چھوٹی بچیاں تھیں، گھر میں ایک روٹی تھی، حضرت عائشہؓ نے وہ روٹی لاکر دے دی، عورت نے روٹی لے کر اس کے دو ٹکڑے کیے، اور ایک ایک ٹکڑا دونوں بچیوں کو دے دیا، خود کچھ نہ کھایا، حضرت عائشہؓ کے دل پر اس منظر کا بڑا اثر ہوا۔ جب حضور سرور کائنات تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے پوری کہانی آپؐ کو سنائی، ایک ماں کس طرح خود بھوکے رہ کر روٹی کے دو ٹکڑے دونوں بچیوں کو کھلا کر دل کی راحت محسوس کرتی ہے، رسول اللہؐ نے اس وقت فرمایا:

سنو! عورت کا یہ عمل اللہ کی نظر میں بہت عظیم ہے۔ جس کے گھر میں بھی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح دیکھ ریکھ کرے تو وہ بیٹیاں اس کے لیے جہنم کی آگ سے پناہ بن جائیں گی۔ بیٹیوں اور بچیوں کی تربیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بڑا عظیم عمل ہے۔ بچیوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت پر جو بشارت رسول اللہؐ نے دی ہے وہ بچوں اور لڑکوں کے بارے میں نہیں دی ہے، آپ نے فرمایا: جس نے دو بچیوں کی پرورش کی اور اس وقت تک ان کی تربیت کی کہ وہ بالغ ہوگئیں، یعنی خود سمجھدار اور ذمہ دار ہوگئیں تو ایسا شخص قیامت کے روز اپنے اس نیک عمل کی وجہ سے مجھ سے اتنا قریب ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں آپس میں قریب ہیں۔ ایک بار ایک سفر میں اونٹنیوں پر خواتین سوار تھیں۔ جو صاحب ان کو تیز ہانک رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ٹوکا اور فرمایا: دیکھو! یہ آبگینوں کی طرح ہیں، ذرا نرم روی سے چلاؤ۔

بیوگی کا شکار ہوجانے والی عورتیں سماج میں کیسے گوناگوں مسائل سے دوچار ہوتی ہیں اور ان کی غربت و مفلسی اور مشکلات بسا اوقات انہیں استحصال کا شکار بنادیتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بیوہ خواتین کو خصوصی توجہ کا مستحق بناکر ان کے لیے جدوجہد کرنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کی تاکید فرمائی۔ ایسی محروم عورتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت اور فکرمندی اتنی تھی کہ آپؐ نے فرمایا: جو لوگ بیوہ عورتوں کے مسائل حل کرنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے جدوجہد کرتے ہیں، ان کی یہ جدوجہد اتنی بڑی ہے جیسے اللہ کے راستے میں جہاد۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ ایسا شخص اس آدمی کے برابر ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو اور کبھی روزہ ختم نہ کرتا ہو، اور جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہو اور کبھی نماز سے نہ رکتا ہو۔ گویا بڑی بڑی عبادات جتنا نیک عمل ہیں، اتنا ہی نیک عمل یہ ہے کہ انسان بیوہ عورتوں کے دکھ درد کو دور کرے اور ان کے کام آئے۔ عورتوں کی تعلیم کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایک مرتبہ کچھ عورتوں نے آکر عرض کیا کہ مرد ہر وقت آپؐ سے سیکھتے رہتے ہیں، اور ہمیں کم موقع ملتا ہے، آپؐ ہمارے لیے علیحدہ دن مخصوص فرمادیں، تو آپؐ نے عورتوں کی تعلیم کے لیے علیحدہ دن مخصوص کردیا۔

جو عورتیں آپؐ سے مسائل پوچھنے آتیں، آپ تہذیب و وقار کے اسلوب میں ان کی رہنمائی فرماتے اور ان کے مخصوص مسائل کا جواب حضرت عائشہ و دیگر ازواج کے ذریعہ انہیں بتاتے۔ آپؐ نے علمی شوق رکھنے والی خواتین کی ہمت افزائی فرمائی اور کہا کہ انصار کی عورتوں کو دین کے مسائل سیکھنے میں حیا مانع نہیں ہوتی ہے۔

عورتوں کی عظمت، ان کے مقام اور ان کے ساتھ شفقت ومحبت کے اندازے کے لیے اس سے بلیغ اور کیا جملہ ہوسکتا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ یہ دنیا ایک متاع ہے اور اس کی سب سے بہتر متاع نیک خاتون ہے، گویا دنیا میں نیک خاتون سے بڑھ کر کوئی چیز قیمتی نہیں ہے۔

آیئے! ہم ایک ایسا سماجی ماحول پیدا کریں جس میں تمام خواتین نیکی اور حسن اخلاق سے مزین ہوں، یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سے خطاب ہے۔ اور نیکی عمل سے آتی ہے، کیوں کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مہنگائی قابو سے باہر

خوردہ افراط زر بڑھ کر 7.41 فیصد اور صنعتی پیداوار میں 0.8 فیصد کمی ہوئی۔ یہ دونوں اعداد وشمار اگست کے مہینے کے ہیں۔ ریزرو بینک مہنگائی کو 6 فیصد تک لانے کی کوشش کررہا ہے، لیکن کامیابی نہیں مل رہی ہے۔ یہ امر تشویشناک ہے کہ اشیائے خورد ونوش کی مہنگائی 8.6 فیصد تک پہنچ گئی ہے جس سے عام لوگوں کی روزمرہ زندگی بری طرح متاثر ہورہی ہے۔ حال ہی میں ریزرو بینک نے دعویٰ کیا ہے کہ مہنگائی کی شرح اگلے دو سالوں میں 4 فیصد پر مستحکم رہے گی، لیکن معیشت کے مختلف پہلوؤں کو متوازن کرنے میں دشواری کی وجہ سے یہ دعویٰ دھرا کا دھرا رہ گیا ہے۔ بین الاقوامی مالیاتی فنڈ، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن سمیت تمام ریٹنگ ایجنسیوں نے مہنگائی کے حوالے سے اپنے تخمینے تبدیل کردیے ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کا کہنا ہے کہ پوری دنیا میں مہنگائی کا اثر اگلے دو سال تک رہے گا۔ کساد بازاری اگلے چار سال تک جاری رہے گی۔ حکومت کے لئے سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ صنعتی پیداوار میں اضافہ نہیں ہورہا ہے۔ چونکہ مجموعی گھریلو پیداوار (جی ڈی پی) میں صنعتی شعبے کا حصہ سب سے اہم سمجھا جاتا ہے، اس لئے اس کے سست ہونے کا مطلب ہے کہ پوری معیشت بدحالی کا شکار رہے گی۔ حال ہی میں صنعت کے شعبے میں سرمایہ کاری نہ بڑھنے پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے وزیر خزانہ نے اعلان کیا تھا کہ صنعت کار اپنے مسائل بتائیں، جس کی بنیاد پر حکومت سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگرچہ انڈسٹری کو پہلے ہی بہت سی رعایتیں دی جاچکی ہیں، کورونا کے دور کے بعد ریلیف پیکیج کا بھی اعلان کیا گیا تھا، لیکن اگر انڈسٹری تیزی سے آگے نہیں بڑھ پارہی ہے تو اس کی وجوہات پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اقتصادی ماہرین کا کہنا ہے اگر ستمبر اور اکتوبر کے مہینوں میں صنعتی پیداوار کی شرح 5 فیصد تک نہ پہنچی تو جی ڈی پی پر برا اثر پڑے گا۔ اگرچہ یہ دو مہینے تہواروں کے ہیں، جن میں مارکیٹ میں کچھ ہلچل مچی ہیں، اس لیے امید کی جارہی ہے کہ اس عرصے میں انڈسٹری کو کچھ تقویت ملے گی۔ لیکن بنیادی کمزوریوں کو دور کرنے کی ضرورت اب بھی باقی رہے گی۔ صنعتی پیداوار میں کمی کی براہ راست وجہ مارکیٹ میں اشیاء کی کھپت میں اضافہ نہیں ہونا ہے۔ پھر ریزرو بینک خوردہ افراط زر کی شرح کو جانچنے کے لئے ریپوریٹ میں مسلسل اضافہ کررہا ہے۔ اب ایک بار پھر اضافے کی قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں۔ اس سے صنعتی پیداوار بھی متاثر ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی برآمدات کی شرح گر رہی ہے۔ پوری دنیا میں کساد بازاری ہے، اس لئے بیرونی منڈیوں میں ہندوستانی اشیاء کی کھپت کم ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ روزگار ختم ہونے، آمدنی میں کمی، نوکریوں سے محرومی کی وجہ سے قوت خرید بہت کمزور ہوگئی ہے۔ اس لئے لوگ بڑے بڑے اخراجات پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ حکومت کے لئے یہ توازن برقرار رکھنا مشکل ہے۔ جب تک یہ توازن برقرار نہیں رہے گا، صنعتی پیداوار کی بہتر شرح کا دعویٰ کمزور ثابت ہوگا۔ اس بار غیر مساوی بارشوں کی وجہ سے زرعی پیداوار پر بھی برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ ایسی صورتحال میں اشیائے خورد ونوش کی قیمتوں میں توازن رکھنا بھی مشکل رہے گا۔

(ماخوذ: روزنامہ سالار بنگلور 15/اکتوبر 2022)

اعــــلان مفقــود الخبــــری

معاملہ نمبر ۲۱/۱۱۲۰/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ، ضلع پورنیہ)

ریحانہ خاتون بنت محمد قیوم، مقام مظفر احمد نگر، وارڈ نمبر ۲۹، ڈاکخانہ بھٹہ بازار، تھانہ خزانچی ہاٹ، ضلع پورنیہ۔ فریق اول

بنام

محمد عزیز عبدالحفیظ، مقام بسہریا، ڈاکخانہ کرتھاپا، تھانہ بھرگاماں، ضلع اررریہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مادھو پاڑہ، ضلع پورنیہ میں عرصہ ایک سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنا پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۵/دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۳۰/۵/۱۴۴۴ھ روز اتوار کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۶۶/۲۱۰۱/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے)

ناصرین خاتون بنت محمد معین الدین مرحوم، مقام تلک نگر، ڈاکخانہ بیگوسرائے، ضلع بیگوسرائے۔فریق اول

بنام

محمد لال بابو ولد محمد رحمت، مقام سید پور، پچھّم ٹولہ، ڈاکخانہ رامپور، ضلع بیگوسرائے۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بیگوسرائے میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور حقوق زوجیت سے محرومی کی بناء پر فسخ نکاح کرنے کا معاملہ درج کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۳/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۸/دسمبر ۲۰۲۲ء روز اتوار کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۷/۳۲۹/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ معروف گنج، گیا)

نکہت جہاں بنت محمد صلاح الدین، ساکن وڈاکخانہ بارا، ضلع گیا۔۔۔۔فریق اول

بنام

طارق حمید ولد محمد علاء الدین، ساکن بھلوا، ڈاکخانہ اگنی، ضلع گیا۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ انوار العلوم معروف گنج، ضلع گیا میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور دیگر حقوق ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹/دسمبر ۲۰۲۲ء روز سموار کو آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔
واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۵/۳۹/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بھیم پور، ضلع مدھوبنی)

عشرت پروین بنت ذاکر حسین، مقام بھیم پور، مدھے پور، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

نظام الدین ولد کلّو، مقام گلی نمبر ۳/۲۵۴، چندر پوری کیلاش نگر ایسٹ، گاندھی نگر، دہلی ۱۱۰۰۳۱۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف عرصہ دس مہینے سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر ذیلی دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ تعلیم القرآن بھیم پور، مدھے پور، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۱۱/دسمبر ۲۰۲۲ء مطابق ۱۶/۵/۱۴۴۴ھ روز اتوار کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳/۴/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدھیلی، مدھے پورہ)

پاکیزہ خاتون بنت محمد ریاض انصاری، مقام وڈاکخانہ منجورہ، ضلع مدھے پورہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد راج منصوری ولد محمد ممتاز، مقام سرکل ٹولہ، بھوانی پور، ڈاکخانہ بھوانی پور، ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ (فریق دوم) کے خلاف دارالقضاء مدھیلی، ضلع مدھے پورہ میں عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کیے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فورا اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ ساعت ۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۹/دسمبر ۲۰۲۲ء روز سموار مقرر کی گئی ہے، تاریخ مذکور پر آپ خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔فقط۔قاضی شریعت۔

بقیہ صفحہ اول......................

ہمیں خوشی ہے کہ اس موضوع پر بڑے قیمتی، تحقیقی اور علمی مقالے ہمارے قضاۃ، علماء کرام اور مفتیان دین نے لکھے ہیں، فقہاء کرام کی آرا کا تجزیہ کرکے ترجیحات طے کی ہیں، اتنے سارے مقالات کا سننا ممکن نہیں تھا، اس لیے مرکزی دارالقضاء کے مولانا محمد راشد انور قاسمی اور مولانا ذیشان قاسمی نے اس کی تلخیص اس انداز میں کی کہ مقالہ نگاروں کی آرا سامنے آگئیں، دلائل بھی ذکر کیے گیے ہیں تاکہ ان آرا کی اہمیت اور قدر وقیمت کو آسانی سے سمجھا جا سکے، تلخیص مقالہ کی سماعت کے بعد آپ حضرات کو اس پر مناقشہ ومذاکرہ کی عام دعوت دی گئی اور اللہ کا شکر ہے کہ اس مناقشہ کے نتیجے میں ہم کسی نتیجے تک پہونچ سکے اس پروگرام کی نگرانی مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے قاضی شریعت مولانا مفتی محمد انظار عالم قاسمی نے کی اور انہوں نے اسے مفید سے مفید تر بنانے میں اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔
آخر میں ایک بار پھر ہم مجلس استقبالیہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض منصبی اور خوش گوار ذمہ داری سمجھتے ہیں، خصوصا مولانا سعود عالم قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء جمشید پور وکنوینر مجلس استقبالیہ، الحاج شفیع اللہ صاحب صدر مجلس استقبالیہ، ریاض شریف صاحب سکریٹری مجلس استقبالیہ، مولانا افروز سلیمی معاون قاضی شریعت دارالقضاء جمشید پور کا جنہوں نے اس پروگرام کے کامیاب انعقاد کے لیے شہر آہن جمشید پور میں ضیافت کی ذمہ داری اٹھائی، یہاں کے عوام وخواص، علماء اور مفتیان کرام کو جوڑا، اور ہم بڑے پُرسکون ماحول میں اس پروگرام کا انعقاد کرسکے، شکریہ کے مستحق ہیں، دور دراز سے آنے والے تمام مہمانان کرام خصوصا حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، شمال مشرقی ریاستوں کی امارت کے ناظم مولانا فرید الدین صاحب مدظلہ، امیر شریعت کرناٹک حضرت مولانا صغیر احمد صاحب رشادی مدظلہ، حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر گجرات، حضرت مولانا عتیق احمد بستوی صاحب مدظلہ کنوینر دارالقضاء کمیٹی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وغیرہم، جنہوں نے اس اہم پروگرام کے لیے اپنا قیمتی وقت فارغ کیا، سفر کی صعوبتیں برداشت کیں اور اپنی قیمتی آراء سے اس اجلاس کو نتیجہ خیز بنایا، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اپنی مرضیات پر چلائے اور امارت شرعیہ کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہونچائے۔آمین یا رب العالمین وصلی اللہ تعالی علی النبی الکریم وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

بقیہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی......................

ایسی شخصیت جس کی فقہی بصیرت اور علمی قابلیت کا لوہا عالم اسلام کے علمی مراکز اور فقہی اکیڈمیاں مان رہی ہوں وہ اپنے شیخ کی ہر ہدایت کو بے چوں چرا تسلیم کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کرے، اسے خود ہی ولایت کا اعلیٰ مقام قرار دیا جا سکتا ہے۔مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کے شاگرد اور فیض یافتگان دنیا کے ہر ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، انہوں نے بھی دنیا کے بہت سے ممالک دیکھے ہیں۔انہوں نے دارالعلوم کے انتظام وانصرام کا کام بھی بڑے اعلی پیمانہ پر انجام دیا ہے، دارالعلوم کی عمارت جس سلیقہ سے تعمیر کی گئی ہے، درس گاہوں اور خاص طور پر دارالحدیث کا جو نظام رکھا گیا ہے، دیوبند کا دارالعلوم تو ”پدرم سلطان بود“ کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے؛ لیکن دارالعلوم کراچی کے یہ ذمہ داران بنفس نفیس موجودہ زمانہ کے پیچیدہ مسائل کا حل پیش کرنے میں عرب علماء سے آگے ہیں۔
موجودہ زمانہ میں کس طرح کے عالم دین کی ضرورت ہے، اس سوال کا اب تک ایک ہی جواب ہے کہ موجودہ زمانہ کے عالم دین میں مولانا محمد رفیع عثمانی اور مولانا محمد تقی عثمانی کی علمی اور عملی خصوصیات ہونی چاہئیں، اب تک اس کی کوئی دوسری مثال خال خال ہی پیش کی جا سکتی ہے۔
حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب اور مولانا محمد تقی عثمانی اپنے علمی کمالات اور بعض مزاجی خصوصیات میں فرق کے باوجود ساری زندگی دو قالب ایک جان کی طرح رہے، باہم عظمت اور شفقت نے ایسا توازن پیدا کر دیا تھا کہ وفات کے حادثہ پر مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی زبان سے اپنے ایک بازو کے علاحدہ ہو جانے کا اظہار اس طرح ہوا کہ طالب علمی کے زمانہ سے ہم ساتھ رہے، آج پچھتر سال کا ساتھ یکدم چھوٹ گیا۔اللہ تعالیٰ مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب کو فردوس میں جگہ دے اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے دست وبازو کو مضبوط کرے اور انہیں اپنے حفظ وامان میں رکھے، ان سبھوں کا علمی فیض ہمیشہ قائم ودائم رکھے۔

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

ہراسانی کا ہتھیار نہ بننے پائے قانون: چیف جسٹس

قانون اور انصاف ہمیشہ ساتھ نہیں چلتے۔ جو قانون انصاف کا ذریعہ ہوتا ہے، وہی ہراسانی کا بھی ہتھیار ہو سکتا ہے۔ صرف جج ہی نہیں، تمام پالیسی سازوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کو جبر کا ہتھیار نہ بننے دیں۔ ہندوستان کے چیف جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے ہفتہ کو یہ بات کہی۔ انہوں نے کہا کہ شہری کے طور پر ہم سب کو یہ یقینی بنانا چاہیے کہ قانون ہراسانی کا ذریعہ نہ بننے پائے۔ اپنے خطاب میں سی جے آئی چندر چوڑ نے کہا کہ ایک ادارے کے طور پر عدالتوں کے حدود کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جو قانون آج ہماری کتابوں میں ہے، کالونیز کے دور میں انہی قوانین کا استعمال ہراسانی کے لیے کیا جا سکتا تھا۔ سب کچھ اس پر منحصر کرتا ہے کہ قوانین کا استعمال کیسے کیا جا رہا ہے۔ اس میں صرف ججوں کی ہی نہیں، بلکہ سبھی پالیسی سازوں کا اہم رول ہے۔ جج کے ہر لفظ کی رئیل ٹائم رپورٹنگ ہوتی ہے۔ سی جے آئی نے انٹرنیٹ میڈیا کی وجہ سے آ رہے چیلنجوں پر بھی ردعمل ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا، موجودہ دور میں عدالت میں جج کی جانب سے کہے گئے ہر لفظ کی رئیل ٹائم رپورٹنگ ہوتی ہے۔ آپ کے وکیل دوست بتا سکتے ہیں کہ بحث کے دوران کہی گئی ہر بات جج کا خیال یا نتیجہ نہیں ہے۔ وکیلوں اور ججوں کے درمیان بات چیت ہوتی ہے، جس سے سچ سامنے آ سکے۔ انہوں نے آگے کہا، ہم انٹرنیٹ میڈیا کے دور میں ہیں، جو آگے بھی بنا رہے گا۔ میرا ماننا ہے کہ ہمیں اس دور کے چیلنجز کو دیکھتے ہوئے اپنے رول کو لے کر نئے طریقے سے سوچنا ہوگا۔ (ایجنسی)

ججوں کے خلاف تبصرہ کرنا وکلاء کو پڑا مہنگا

وکلاء کو اپنی درخواست میں ججوں کے خلاف تبصرہ کرنا بھاری پڑا ہے۔ اس سے ناراض سپریم کورٹ نے ایک عرضی دائر کرنے والے وکیل اور سپریم کورٹ کے وکیل آن ریکارڈ کو توہین عدالت کا نوٹس جاری کیا ہے۔ نوٹس جاری کرتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ جن وکلاء نے مدعیان کی جانب سے درخواست دائر کی ہے، اگر انہوں نے کیس میں ججز کے خلاف توہین آمیز ریمارکس کیے تو وہ توہین عدالت کی کارروائی کے ذمہ دار ہوں گے۔ ٹائمز آف انڈیا کی ایک رپورٹ کے مطابق جسٹس بی آر گوئی اور بی وی ناگرتھنا کی بنچ نے درخواست گزار موہن چندر پی کے ساتھ ساتھ ایڈوکیٹ آن ریکارڈ وپن کمار جئے کو نوٹس جاری کرنے کا حکم دیا۔ ان کے خلاف کارروائی کی جائے۔ ان دونوں افراد کو 2 دسمبر کو عدالت میں حاضر رہنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ کرناٹک انفارمیشن کمیشن نے 7 اگست 2018 کو ایک نوٹیفکیشن جاری کیا تھا۔ جس کے مطابق ایڈوکیٹ موہن چندرا نے چیف انفارمیشن کمشنر (سی آئی سی) کے ساتھ ساتھ اسٹیٹ انفارمیشن کمشنر (آئی سی) کے عہدوں کے لیے درخواست دی تھی۔ سلیکشن کمیٹی نے سی آئی سی کے ساتھ ساتھ آئی سی کے لیے بھی تین افراد کی سفارش کی۔ جس میں چندر کا نام شامل نہیں تھا۔ انہوں نے انتخابی عمل، سی آئی سی اور آئی سی کی تقرری کے خلاف کرناٹک ہائی کورٹ میں ایک اپیل دائر کی، جس میں مشتہر کردہ عہدوں پر ان کی عدم تقرری پر سوال اٹھایا گیا۔ (ایجنسی)

عدالتیں ضمانت کی درخواستوں سے بھر گئیں: چیف جسٹس

چیف جسٹس آف انڈیا (سی جے آئی) ڈی وائی چندر چوڑ کی پوری توجہ لوگوں کو کم وقت میں انصاف دلانے پر ہے۔ سی جے آئی چندر چوڑ نے حال ہی میں 70000 زیر التواء مقدمات کو ختم کرنے کا ایک طریقہ تلاش کیا ہے۔ انہوں نے ایک اصول بنایا ہے کہ اب ہر روز 10-10 ضمانت کی درخواستیں اور 10-10 ٹرانسفر کیس سپریم کورٹ کے تمام 13 بنچوں کے سامنے سماعت کے لئے درج ہوں گے۔ سی جے آئی نے کہا، "نچلی عدالتوں کی طرف سے ضمانت سے انکار کی وجہ سے اعلیٰ عدالتیں ضمانت کی درخواستوں سے بھر گئی ہیں۔ نچلی عدالتوں کے جج ضمانت دینے سے کتراتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ معاملات کو نہیں سمجھتے، بلکہ گھناؤنے جرائم میں ضمانت دے کر نشانہ بننے سے ڈرتے ہیں۔ سی جے آئی چندر چوڑ نے یہ باتیں دہلی بار کونسل آف انڈیا کے زیر اہتمام منعقدہ اعزازیہ تقریب میں کہیں۔ اس پروگرام میں مرکزی وزیر قانون کرن رجیجو نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ مقدمات کو ایک ریاست سے دوسری ریاست میں منتقل کرنے کی 3000 سے زیادہ درخواستیں زیر التوا ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کا تعلق شادی کے تنازعات سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہر بنچ ایک ہفتے میں 650 مقدمات کی سماعت کرے گی تو ان تمام مقدمات کی سماعت ایک سال میں مکمل ہو جائے گی۔ اس سے زیر التوا مقدمات کو نمٹانے میں آسانی ہوگی اور عوام کو انصاف کی فراہمی میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ (ایجنسی)

بہار کی کئی ٹرینیں رد

ممکنہ کہاسہ کے سبب شمالی ریلوے سے کھلنے اور گزرنے والی کئی ٹرینوں کو جزوی طور پر ریلوے نے رد کر دیا ہے۔ جس کا نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا گیا ہے۔ سمستی پور ڈویزن میں بھی کئی ٹرینوں کو رد کر دیا گیا ہے یا ان کی ٹرپ میں کمی آئی ہے۔ اس کے تحت یکم دسمبر سے سہرسہ-آنند وہار، پوربیا اکسپریس کو فروری مہینہ تک رد کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بن منکھی سے سہرسہ ہو کر امرت سر جانے والی جن سیوا اکسپریس بھی دونوں طرف سے دسمبر سے رد کر دی گئی ہے۔ پوربیا اکسپریس رد ہونے کی وجہ سے یکم دسمبر سے آخری فروری تک ان ٹرینوں میں مسافروں کو ریزرویشن نہیں ملے گا۔ وہیں سہرسہ، نئی دہلی ویشالی سپر فاسٹ ٹرین کو فی الحال سابقہ حالت میں رکھا گیا ہے، جب کہ پچھلے سال ویشالی اکسپریس کی ٹرپ میں کمی کی گئی تھی۔ لیکن ریلوے نے اب تک اس ٹرین کے لئے کوئی نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا ہے۔ وہیں 14618 امرت سر بن منکھی جن سیوا اکسپریس یکم دسمبر سے 2 مارچ تک، 15289 سہرسہ-وہار پوربیا اکسپریس یکم دسمبر سے 26 فروری تک اور 15280 آنند وہار سہرسہ پوربیا اکسپریس 2 دسمبر سے 27 فروری تک کے لئے رد کر دی گئی ہے۔ حاجی پور زون کے سی پی آر او وریندر کمار نے بتایا کہ ممکنہ کہاسے کو دیکھتے ہوئے لمبی دوری کے کئی ٹرینوں کو جزوی طور پر رد کیا جائے گا، وہیں کچھ لمبی دوری کی اہم ٹرینوں کی ٹرپ میں کمی کی جائے گی۔ اس کے لئے ڈویزن اور ہیڈ کوارٹر سطح پر نوٹیفکیشن جاری کیا رہا ہے۔ دسمبر مہینہ میں ممکنہ کہاسہ کے سبب لمبی دوری کی ٹرینوں کے علاوہ کچھ پسنجر ٹرینوں کو بھی رد کرنے پر غور کیا جا رہا ہے۔ ذرائع سے ملی اطلاع کے مطابق جو پسنجر ٹرینیں رات میں چلتی ہیں ان ٹرینوں کی رات میں آمدورفت بند کی جا سکتی ہے۔ (ایجنسی)

چیف الیکشن کمشنروں کی مدت کار میں کمی کیوں: سپریم کورٹ

الیکشن کمیشن کے کام کاج میں شفافیت کے سلسلے میں ایک دائر عرضی پر سماعت ہوئی۔ سپریم کورٹ کے 5 ججوں کی آئینی بنچ نے اس عرضی کے سلسلے میں مرکز سے کئی سوالات کئے۔ عدالت نے حکومت سے پوچھا کہ 2007 کے بعد سے سبھی چیف الیکشن کمشنروں کی مدت کار کم کیوں ہو رہی ہے۔ 2007 کے بعد سے سبھی چیف الیکشن کمشنروں کی مدت کار میں کٹوتی کیوں کی گئی ہے۔ عدالت عظمیٰ نے کہا کہ ہم نے یہ یو پی اے کے تحت اور موجودہ حکومت کے تحت بھی دیکھا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سپریم کورٹ نے کہا کہ الیکشن کمیشن آف انڈیا کے ممبران کی بحالی میں پارلیمنٹ کو اصلاح کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ الیکشن کمیشن کے کام کاج کو متاثر کرتا ہے۔ (ایجنسی)

طب وصحت

بادام کھانے کے فائدے

بادام ایسا میوہ ہے جو اکثر کو پسند ہوتا ہے جو نہ صرف لذیذ بلکہ صحت بخش بھی ہوتا ہے۔ اس میں متعدد وٹامنز اور ایسے اجزاء ہوتے ہیں جو جسم کو صحت مند اور شخصیت کو خوبصورت بناتے ہیں۔ تاہم کیا آپ کو معلوم ہے کہ روزانہ بادام کی صرف چار گریاں کھانا جسم پر کتنے نمایاں مثبت اثرات کر سکتا ہے؟ وہ فوائد درج ذیل ہیں جو آپ کو یہ عادت اپنانے پر مجبور کر دیں گے۔

ذیابیطس سے تحفظ

باداموں میں مونو سیچوریٹڈ فیٹی ایسڈز کی مقدار کافی زیادہ ہوتی ہے جو کہ جسمانی افعال کے لئے انتہائی ضروری ہوتے ہیں، کیونکہ یہ خون میں گلوکوز کی مقدار متوازن رکھتے ہیں، جبکہ گلوکوز کے جذب ہونے کے عمل کو کنٹرول بھی کرتے ہیں، آسان الفاظ میں بادام بلڈ گلوکوز کی سطح کو کنٹرول کرنے میں مدد دے سکتے ہیں، جس سے ذیابیطس میں مبتلا ہونے کا خطرہ کم ہوتا ہے۔ بادام کھانے سے انسولین کی مزاحمت کی روک تھام بھی ہوتی ہے جو کہ گلوکوز کی سطح بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔

کولیسٹرول میں کمی

بادام جسم کے لئے نقصان دہ کولیسٹرول کی سطح میں کمی لانے کے لئے مؤثر ترین غذاؤں میں سے ایک ہیں، اگر کولیسٹرول بہت زیادہ ہو تو گریوں کی تعداد دن بھر میں چار کی بجائے بیس سے تیس کر دیں۔ عام طور پر زیادہ کولیسٹرول کی علامات پلکوں کے نیچے سفید دھبے، ٹانگوں میں خارش اور قبل از وقت سفید بالوں کی شکل میں سامنے آتی ہیں۔

بال کی نشوونما

باداموں میں وہ سب وٹامن اور اجزاء ہوتے ہیں جو بالوں کی نشوونما کے لئے ضروری ہوتے ہیں اور انہیں مضبوط بناتے ہیں، اس میں موجود میگنیشیم اور زنک بالوں کی نشوونما بہتر کرتے ہیں، جبکہ وٹامن ای انہیں مضبوط اور وٹامن بی چمکدار اور لمبی عمر دیتے ہیں۔

کینسر سے تحفظ

باداموں میں وٹامن ای کی ایسی قسم ہوتی ہے جو کہ طاقتور اینٹی آکسیڈنٹ سے بھرپور ہونے کی وجہ سے کینسر کا باعث بننے والے فری ریڈیکلز کے خلاف مزاحمت کرتی ہے۔ مختلف طبی تحقیقی رپورٹس میں باداموں کے استعمال اور آنتوں، مثانے یا بریسٹ کینسر کے خطرے میں کمی کے درمیان تعلق کو دریافت کیا گیا ہے۔

امراضِ قلب سے تحفظ

باداموں میں موجود اینٹی آکسیڈنٹس، صحت بخش چربی، میگنیشیم اور کاپر دل اور خون کی شریانوں کی صحت کے لئے بہترین ثابت ہوتے ہیں۔ بادام کے چھلکے میں پائے جانے والا ایک نباتاتی کمپاؤنڈ خون کی شریانوں سے جڑے امراض اور ہارٹ اٹیک وغیرہ سے بچاتا ہے اسی طرح باداموں میں موجود فلیونوئڈز جسم میں ورم کم کرتے ہیں جو کہ دل کی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔

جھریوں کی روک تھام

بادام میں مینگنیز نامی جز موجود ہوتا ہے جو کہ کولیگن نامی ایک پروٹین کی مقدار بڑھانے میں مدد دیتا ہے جو کہ جلد کو ہموار رکھتا ہے۔ اس میں شامل وٹامن ای بھی بڑھاپے کے اثرات کے خلاف جدوجہد میں مدد دیتا ہے۔

ہڈیاں اور دانت مضبوط بنائے

بادام میں میگنیشیم، کیلشیم اور فاسفورس موجود ہوتا ہے جو کہ مضبوط اور صحت مند ہڈیوں اور دانتوں کے لئے ضروری ہے، باداموں کا استعمال ہڈیوں کے بھربھرے پن یا فریکچر کا خطرہ کم کرتا ہے جبکہ عمر بڑھنے سے دانتوں کی فرسودگی کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔

دماغ کے لئے بھی بہترین

یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ بادام کو دماغ کی غذا بھی قرار دیا جاتا ہے جو کہ یادداشت کو بہتر بناتا ہے اور یہ سب وٹامن ای اور اس میں شامل فیٹی ایسڈز کا اثر ہوتا ہے۔

Volume:62/72,Issue:45 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

نہ جانے درس گاہوں کو کہاں پہونچا کے دم لے گی
یہ تعلیمی کج اندیشی، یہ بے سمتی نصابوں کی
(پرویز شاہدی)

ملک میں بڑھتی ہوئی غربت اعداد وشمار کی روشنی میں

پربھات پٹنائک

سال 2022 کے گلوبل ہنگر انڈیکس (جی ایچ آئی) سے ایک بار پھر اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی زمینی حقیقت کیا ہے۔ اس انڈیکس میں 121 ممالک کی حالت کا جائزہ لیا گیا ہے اور ہندوستان اس انڈیکس میں 107 ویں نمبر پر ہے۔ 2014 میں جب نریندر مودی وزیر اعظم بنے تو ہندوستان کا اسکور 29.1 تھا اور اس بار یہ 28.2 ہو گیا ہے۔ خیال رہے کہ انڈیکس جتنا کم ہوتا ہے، غربت کی سطح اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔

ان دنوں حکومت کو بڑے فخر کے ساتھ یہ کہتے ہوئے سنا جا رہا ہے کہ ہندوستان دنیا کی سب سے تیزی سے ترقی کرنے والی معیشتوں میں سے ایک ہے اور وزیر اعظم مودی نے 5 ٹریلین ڈالر کی معیشت بنانے کا جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر ہونے والا ہے لیکن گلوبل ہنگر انڈیکس نے دعوؤں کی ہوا نکال دی ہے۔ حالت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا میں صرف ایک ہی ملک ہندوستان سے نیچے ہے اور وہ ہے افغانستان۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جنگ سے تباہ ہونے والے افغانستان کی درجہ بندی (109) ہندوستان سے زیادہ خراب نہیں ہے۔ مصیبت زدہ سری لنکا (64)، نیپال (81) اور بنگلہ دیش (84) کی حالت ہم سے کہیں بہتر ہے۔

یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ ہندوستان کا انڈیکس اتنا خراب ہے۔ بہت سے ماہرین کہتے رہے کہ ہندوستان میں فاقہ کشی کی صورتحال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے لیے انہوں نے ایسے تمام عوامل کو بنیاد بنایا ہے جو حقیقت کو غیر جانبدارانہ انداز میں ظاہر کرنے والے ہیں۔ مثلاً فی کس یومیہ کیلوری کی کھپت اور فی کس سالانہ اناج کی دستیابی۔ اس طرح ان ماہرین نے بتایا کہ چونکہ بھوک میں اضافہ تو محض ایک علامت ہے اور اس کی اصل وجہ ملک میں بڑھتی ہوئی غربت ہے۔

بھوک سیکولر ہے اور 'این ایس ایس' کے اعداد وشمار بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ 2017-18 کے اعداد وشمار اتنے خوفناک تھے کہ حکومت نے بہتر سمجھا کہ رپورٹ کو عام ہی نہ کیا جائے۔ لیک ہونے والی رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ دیہاتوں میں حقیقی فی کس اخراجات میں 2011-12 اور 2017-18 کے درمیان 9 فیصد کی کمی آئی ہے۔ لیکن محققین کے ایک طبقے کا یہ بھی ماننا ہے کہ بڑھتی ہوئی بھوک کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ملک کے لوگوں کی حالت بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ اس دلیل کے دو رخ ہیں، ایک یہ کہ بڑے پیمانے پر میکانائزیشن کی وجہ سے وقت کے ساتھ ساتھ جسمانی مشقت کی ضرورت کم ہوتی گئی ہے اور اس لیے آج کے لوگوں کو اتنی کیلوریز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اب اناج پر کم خرچ کرتے ہیں۔ دوسرے لوگ اپنی خوراک میں دیگر غذائی اشیا شامل کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ بچوں کی تعلیم اور صحت پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں۔

اس دلیل کے حامیوں کا کہنا ہے کہ فی کس خوراک کی کھپت میں کمی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غربت بڑھ رہی ہے بلکہ لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو رہا ہے اور اس لیے وہ اپنے اخراجات میں تنوع لا رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ غربت کم ہو رہی ہے، جیسا کہ حکومت اور ورلڈ بینک کا دعویٰ ہے۔ لیکن اگر کم خوراک کا استعمال حقیقتاً معیار زندگی میں بہتری کی علامت ہے، تو ہندوستان کے ساتھ ساتھ، اچھی شرح نمو کے ساتھ دیگر تمام ممالک جی ایچ آئی فہرست میں سب سے نیچے ہوتے لیکن افسوس ایسا نہیں ہے۔ فہرست میں ہندوستان کے آس پاس کے ممالک زیادہ تر غریب ہیں اور فاقہ کشی کے لیے جانے جاتے ہیں۔ جیسے روانڈا (102)، نائیجیریا (103)، ایتھوپیا (104)، کانگو (105)، سوڈان (106)، زامبیا (108)، افغانستان (109) اور تیمور لیستے (110)۔ اس کے برعکس، جن ممالک کے ساتھ ہم اپنی اقتصادی کارکردگی کا موازنہ کرنا چاہتے ہیں، مثلاً چین وہ فہرست میں سب سے اوپر ہیں۔ چین کا جی ایچ آئی اسکور 5 سے کم ہے جو کہ ہندوستان کے 29.1 (107 واں مقام) سے بہت زیادہ بہتر ہے۔

عالمی بینک غربت کی سطح کی پیمائش کرنے کے لیے 'خط افلاس' (غربت کی لکیر) کا استعمال کرتا ہے، جو اس سے نیچے ہیں وہ غریب ہیں۔ اس کے لئے فی کس آمدنی کی پیمائش کی جاتی ہے اور خط افلاس کو زندگی گزارنے کی لاگت کی بنیاد پر تبدیل کیا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں اس انڈیکس کو تیار کرتے وقت زندگی گزارنے کے لئے ضروری اصل اخراجات پر غور نہیں کیا جاتا۔ اس کی بڑی وجہ تعلیم اور صحت جیسی خدمات کا نجی ہاتھ میں ہونا ہوسکتا ہے، جس میں ایک ہی سروس پر ہونے والے اخراجات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے غربت کی صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو پاتی۔

حقیقت یہ ہے کہ نام نہاد اعلیٰ نمو والی معیشتوں میں سے کوئی بھی جس کا گلوبل ہنگر انڈیکس ہندوستان کے قریب ہے، خوراک کی کھپت میں کمی کی ایسی دلیل نہیں دیتا۔ میکانائزیشن یا بچوں کو بہتر تعلیم فراہم کرنے کی خواہش کی وجہ سے مزدوری میں کمی کسی ہندوستانی کا خاصہ نہیں ہے، یہ ساری دنیا میں دیکھا جاتا ہے۔ پھر اعلی ترقی یافتہ معیشتوں میں صرف ہندوستان ہی جی ایچ آئی ٹیبل میں سب سے نیچے کیوں ہے؟

یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ بچوں کی تعلیم اور صحت کی مناسب دیکھ بھال کی خواہش ہر جگہ کے لوگوں میں عام ہوسکتی ہے اور یہ خدمات ہندوستان میں مہنگی ہیں جبکہ چین جیسے کئی ممالک میں سستی ہیں۔ اس کی وجہ سے ہندوستان میں والدین کو اپنے بچوں کو زیادہ مہنگے اسکولوں میں داخل کرانا پڑتا ہے اور اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے کھانے پینے وغیرہ میں کٹوتی کرنا پڑتی ہے، جبکہ چین میں اسکول کی کم لاگت کی وجہ سے یہ صورتحال نہیں ہوتی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کسی بھی ملک میں بچوں کی بہتر تعلیم والدین کی ترجیح ہوتی ہے، لیکن اگر کسی خاص ملک کے لوگوں کو اس کے لیے اپنی خوراک کو کاٹنا پڑے تو کیا یہ غربت کی علامت نہیں؟

اگر حقیقی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو ایک وقت کے لیے ان تمام چیزوں پر خرچ ہوتا ہے جن پر پیسہ خرچ ہوتا ہے اور اس سے تمام بالواسطہ اخراجات متاثر ہوتے ہیں لیکن اگر بالواسطہ یا بلاواسطہ اخراجات میں کمی آئی ہے تو اس کا سیدھا مطلب ہے کہ لوگوں کی حقیقی آمدنی میں کمی آئی ہے اور اسے عملی طور پر غربت میں اضافہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے پلیٹ کے مواد میں تبدیلی کا براہ راست تعلق غربت سے ہے لیکن حکومت اور عالمی بینک ایسا نہیں مانتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کے خیال میں ہندوستان میں غربت میں کمی آئی ہے۔

عالمی بینک غربت کی سطح کی پیمائش کرنے کے لیے 'خط افلاس' (غربت کی لکیر) کا استعمال کرتا ہے، جو اس سے نیچے ہیں وہ غریب ہیں۔ اس کے لئے فی کس آمدنی کی پیمائش کی جاتی ہے اور خط افلاس کو زندگی گزارنے کی لاگت کی بنیاد پر تبدیل کیا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں اس انڈیکس کو تیار کرتے وقت زندگی گزارنے کے لئے ضروری اصل اخراجات پر غور نہیں کیا جاتا۔ اس کی بڑی وجہ تعلیم اور صحت جیسی خدمات کا نجی ہاتھ میں ہونا ہوسکتا ہے، جس میں ایک ہی سروس پر ہونے والے اخراجات مختلف ہوتے ہیں، اس لیے غربت کی صحیح صورت حال معلوم نہیں ہو پاتی۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں **۔رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

نقیب کے شائقین نقیب آفیشل کے ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں ۔ مدیر نقیب

WEEK ENDING-28/11/2022, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے